وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

مجلّہ

حیاتِ جاوداں

ذکرِ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

منجانب :- کُل پاکستان حلقۂ ادب
نعیم میرٹھی مدّ دین

سرورق، شاہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر

رحمۃ للعالمین

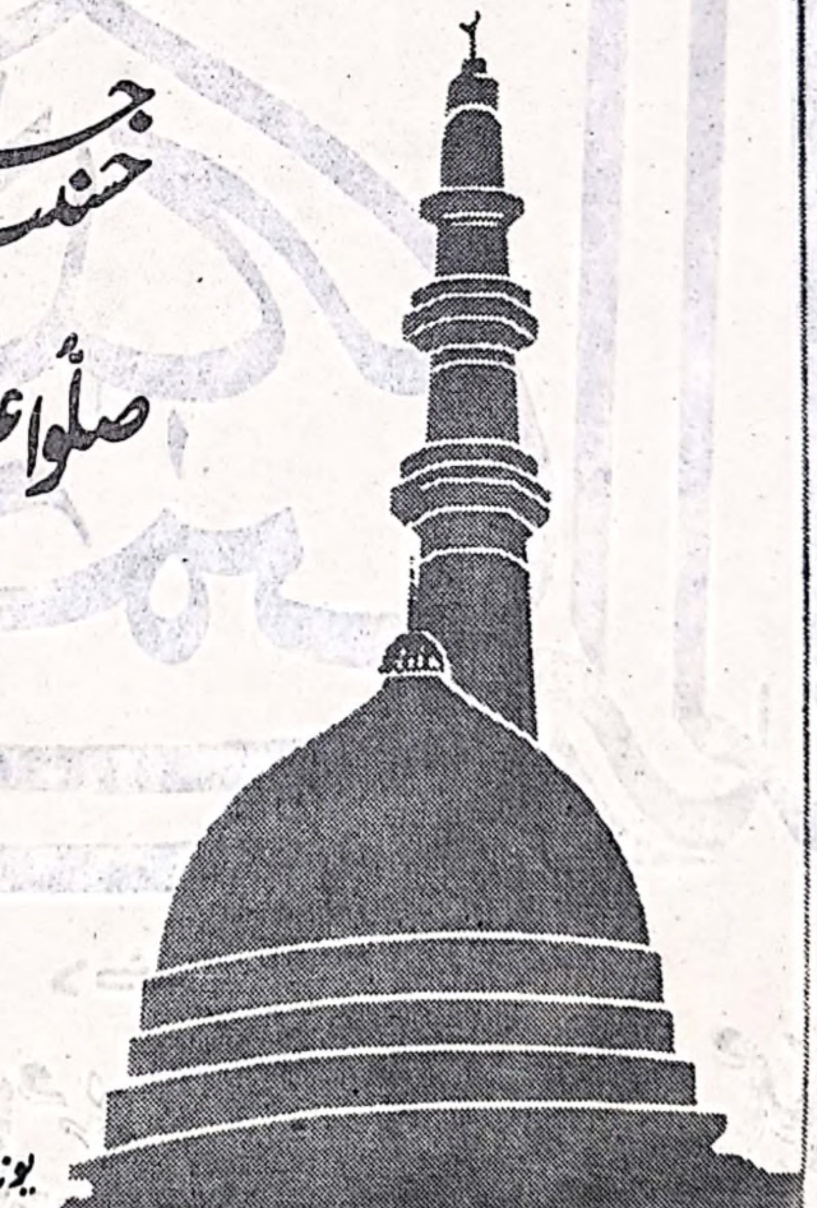
عمل خطاطی :۔ نشاط قریشی

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ



مجلّہ

حیاتِ جاوداں

ذکرِ

رحمۃ اللعلمین

تدوین

نعیم میرٹھی

منجانب

کُل پاکستان حلقۂ ادب

۱۶۱ - ای جہانگیر روڈ — کراچی

ھدیہ حسبِ توفیق

اقوالِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حلال رزق کے لئے جدوجہد کرو۔ کیونکہ اسلام کے بنیادی ارکان کے بعد یہ بھی تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

۲۔ کسی مومن کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے ناراضی کی وجہ سے تین دن سے زیادہ علیحدگی اختیار کرے۔

۳۔ مسلمان وہ ہے جو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

۴۔ لوگوں نے اللہ کے رسولؐ سے دریافت کیا کہ کون کون سے گناہ کبیرہ ہوں گے۔ فرمایا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

۵۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابنِ مریم اتریں گے۔ وہ منصف حاکم ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے۔ جزیہ موقوف کریں گے اور مال کی کثرت اس قدر ہوگی کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا۔

(بخاری)

ایک بندہ خدا

اظہارِ تشکر

ابتداء کر رہا ہوں اُس ذاتِ اقدس کے نام کے ساتھ جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہے، اور صلوٰۃ و سلام پیش کرتا ہوں اس برگزیدہ ہستی کے حضور جنکے صدقے میں اس کائنات کو وہ لامحدود نعمتیں اور رحمتیں عطا ہوئیں۔ جنکے شکر ادا کرنے کو ابھی الفاظ ایجاد نہیں ہوئے۔

مجلہ "حیاتِ جاوداں" کے ذکرِ حسین کی ترتیب و اشاعت پر اہلِ قلم اور صاحبِ نظر حضرات نے جس خلوص و محبت سے میری حوصلہ افزائی اور مجلے کی پذیرائی فرمائی اس کے لئے اُن حضرات کا ممنون ہوں، اور حسبِ وعدہ اپنی دوسری کوشش تمام سابقہ روایات اور سعی و کاوش کے ساتھ ذکرِ رحمتہ العلمین کی صورت میں لیکر حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مختلف گوشوں کو عنوانات کی صورت میں پیش کروں، ویسے توحیاتِ نبوی صلعم ایک سمندر ہے، جبکی شناوری کا دعویٰ نہ آج تک کسی نے کیا اور نہ آئندہ کر سکتا ہے۔ پھر بھی حسبِ توفیق کوشش کی ہے کہ کچھ گوشوں کو تفصیل کے ساتھ آپ تک پہنچا سکوں۔ اب اسکا فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں کہ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوں، الحمدللہ مجھے یہ یقینِ کامل ہے کہ میرا یہ نذرانۂ عقیدت و محبت بارگاہِ نبوت میں شرفِ قبولیت حاصل کر کے دنیا و آخرت میں میری نجات کا سرمایہ بنے گا۔ شکر گذار ہوں اُن مضمون نگار اور شعراء حضرات کا جنہوں نے اپنی بہترین نگارشات مجھے عنایت کیں اور اس نیک کام میں معاونت کی، جناب مولانا نسیم امروہوی، جناب تابش دہلوی، اور کل پاکستان حلقۂ ادب کے دونوں ساتھیوں نظر جعفری اور خمار فاروقی نے گذشتہ کی طرح میری پُرخلوص معاونت فرمائی اور ہر قدم پر میری ہمت افزائی کی۔ میرے برادر اشفاق احمد خان عارف نے باوجود اپنی علالت کے جس خلوص و محبت سے مجلے کی تدوین میں میرا ساتھ دیا وہ قابلِ تحسین ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر وہ خلوص و محبت نہ برتتے تو شاید مجلہ اتنا دیدہ زیب اور خوبصورت نہ ہوتا۔ خداوند قدوس ان سب حضرات کو اس نیک کام میں معاونت پر اجرِ عظیم عطا فرماتے، اور ہم سب کو ذکر و فکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض۔ آپکے مشورے کا متمنی۔ خیر اندیش۔ نعیم میرٹھی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ میرے بہت سے نام ہیں۔! میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کُفر کو مٹائیگا! میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ اٹھائے جائیں گے اور میرا نام عاقب ہے یعنی سب سے آخیر میں آنے والا۔

۲۔ ایک مسلمان کا خون، اس کا مال اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

۳۔ اپنے مالوں کو پاک کرو اور اللہ کی حفاظت میں دو۔ یعنی ذکات نکالا کرو۔

۴۔ جب تک خدا کے احکام اور میری سنت کی پیروی کرتے رہو گے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

۶۔ یاد رکھو تم کو تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد دی جاتی ہے۔ اور رزق دیا جاتا اُن کی مدد بھی تم پر فرض ہے۔

۷۔ جب امانت ضائع ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا کہ جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو

(بخاری)

نعتیہ قصائد عربی

حضرت ابو طالب بن عبد المطلب

وَاللّٰہِ لَنْ یَصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا

خدا کی قسم وہ ہرگز اپنی جمعیت کے ساتھ تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر نہ لٹا دیا جائے

فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَا عَلَیْکَ غَضَاضَۃٌ وَابْشِرْ وَقَرِّ بِذَاکَ مِنْکَ عُیُوْنًا

تو اپنا کام جاری رکھ تجھ پر کوئی تنگی نہیں ہے اور خوش اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔

وَدَعَوْتَنِیْ وَزَعَمْتَ اَنَّکَ نَاصِحِیْ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنًا

تو نے مجھے دعوت دی ہے اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیر خواہ ہے تو نے یقیناً سچ کہا تو تو ایک امین رہ چکا ہے

وَعَرَضْتَ دِیْنًا لَا مَحَالَۃَ اَنَّہٗ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا

اور تو نے جو دین پیش کیا ہے وہ یقیناً دنیا کے ادیان میں بہترین دین ہے

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدٍ اَلَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبےٰ سونگھ لی۔ تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹی ہیں کہ یہ مصیبتیں اگر دنوں پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں بدل جاتے۔

اِغْبَرَّ اٰفَاقُ السَّمَاءِ وَکُوِّرَتْ شَمْسُ النَّھَارِ وَاَظْلَمَ الْاَزْمَانُ

آسمان کی پہنائیاں گرد آلود ہو گئیں اور دن کا سورج لپیٹ دیا گیا ہے اور سارا جہان تاریک ہو گیا۔

وَالْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِیِّ کَئِیْبَۃٌ اَسَفًا عَلَیْہِ کَثِیْرَۃُ الْاَحْزَانِ

اور زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مبتلائے درد ہے سراپا ان کے غم میں ڈوبی ہوئی۔

فَلْیَبْکِہٖ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُھَا یَا فَخْرُ مَنْ طَلَعَتْ لَہُ النَّیِّرَانُ

اب ان کی جدائی پر مشرق بھی آنسو بہاتے اور مغرب بھی۔ فخر تو ان کے لئے ہے جن پر اجالے طلوع ہوتے۔

یَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَکَ صِنْوَہٗ صَلّٰی عَلَیْکَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنِ

اے آخری رسولؐ آپ برکت وسعادت کی جوئے فیض ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود وسلام بھیجا ہے۔

(حضرت عباسؓ بن عبد المطلب)

آپ آتش خلیل میں اترے چھپے ہوئے۔ خلیل کس طرح جلتے ہیں جبکہ آپ ان کی صلب میں تھے۔

حَتّٰی احْتَوٰی بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ
خِنْدِفَ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یہاں تک کہ آپ کا محافظ وہ صاحب شوکت گھرانہ ہوا۔ جو خندف جیسی عالی مرتبت خاتون کا ہے جس کا دامن زمین پر لوٹتا تھا۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَ
رْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

اور جب آپ پیدا ہوئے تو زمین آپ کے نور سے چمک اٹھی اور آفاق بھی روشن ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْ
رِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

پس ہم اس روشنی میں اور اسی نور سے۔ ہم ہدایت واستقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِیْ
مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

آپ اس سے پہلے سایۂ خاص میں بسر کر رہے تھے۔ اور اس منزلِ محفوظ میں تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَّلَا عَلَقٌ

پھر آپ بستی میں اترے گا مگر نہ تو ابھی آپ بشر تھے نہ گوشت پوست اور نہ ہی خون کی پھٹکی۔

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِیْنَ وَقَدْ
اَلْجَمَ نَسْرًا وَّاَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ وہ آب صافی جو کشتیوں پر سوار تھا جب سیلاب کا پانی چوٹی کو چھو رہا تھا اور اس پر سوار لوگ ڈوب رہے تھے

مُنْتَقِلٌ مِّنْ صَالِبٍ اِلٰی رَحِمٍ
اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ

وہ منتقل ہوتا رہا صلب سے رحم کی طرف اور جب ایک زمانہ گزر چکا تو وہ ظاہر ہوا۔

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُكْتَتِمًا
فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ كَیْفَ یَحْتَرِقُ

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ أَظْهَرَ دِينَهُ ۔۔۔ عَلَى كُلِّ دِينٍ قَبْلَ ذَلِكَ حَائِدِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا اور حق سے پھرا ہوا۔

وَأَمْسَكَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَمَا ۔۔۔ تَدَاعَوْا إِلَى أَمْرٍ مِنَ الْغَيِّ فَاسِدِ

اور اللہ نے اہلِ مکہ کو حضورؐ سے محروم کر دیا جب انہوں نے گمراہی اور خیالِ فاسد یعنی قتلِ رسولؐ پہ کمر باندھی۔

غَدَاةَ أَجَالَ الْخَيْلَ فِي عَرَصَاتِهَا ۔۔۔ مُسَوَّمَةً بَيْنَ الزُّبَيْرِ وَخَالِدِ

اور پھر وہ صبح جب گھوڑے اس کے میدانوں میں زور کرنے لگے جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں زبیرؓ اور خالد کے درمیان

فَأَمْسَى رَسُولُ اللهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ ۔۔۔ وَأَمْسَى عِدَاهُ مِنْ قَتِيلٍ وَشَارِدِ

پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی نصرت نے غلبہ بخشا اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کر بھاگے۔

(حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب)

حَمِدْتُ اللهَ حِينَ هَدَى فُؤَادِي ۔۔۔ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالدِّينِ الْحَنِيفِ

میں نے خدا کا شکر ادا کیا جب اس نے مجھے اسلام اور اعلیٰ ترین دین کی توفیق بخشی ہے

لِدِينٍ جَاءَ مِنْ رَبٍّ عَزِيزٍ ۔۔۔ خَبِيرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفِ

اس دین کی جو عزت والے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو اپنے بندوں کے حال سے باخبر اور ان پر بیحد مہربان ہے

إِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا ۔۔۔ تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِي اللُّبِّ الْحَصِيفِ

جب اس کے پیغاموں کی تلاوت ہمارے سامنے کی جاتی ہے تو ہر صاحبِ عقل اور صاحبِ دل کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں

رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا ۔۔۔ بِآيَاتٍ مُبَيَّنَةِ الْحُرُوفِ

وہ پیغام جن کی ہدایات کو لے کر احمدؐ آئے نہایت واضح الفاظ اور حروف والی آیات میں

وَأَحْمَدُ مُصْطَفًى فِينَا مُطَاعٌ ۔۔۔ فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ

اور احمدؐ ہمارے درمیان برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے پس تم ان کے سامنے نا ملائم لفظ بھی نہ نکالنا

فَلَا وَاللهِ نُسْلِمُهُ لِقَوْمٍ ۔۔۔ وَلَمَّا نَقْضِ فِيهِمْ بِالسُّيُوفِ

اور خدا کی قسم ہم ان کو اس قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے جن کے درمیان ہم نے ابھی اپنی تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا ہے

(امام زین العابدینؓ علی بن حسین علیہ السلام)

اِنْ نِلْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْماً اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ   بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْہَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

اے بادِ صبا اگر تیرا گزر سرزمین حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ تک پہنچا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں۔

مَنْ وَجْہُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی   مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْہُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْہِمَمْ

وہ جن کا چہرہ ہو نیمروز ہے اور جن کے رخسار ماہِ کامل جن کی ذات نورِ ہدایت ہے جن کے ہاتھ سخاوت کا سمندر۔

قُرْآنُہٗ بُرْہَانُنَا نَسْخاً لِّلْاَدْیَانِ مَضَتْ   اِذْ جَاءَنَا اَحْکَامُہٗ کُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ

ان کا لایا ہوا قرآن ہمارے لئے واضح دلیل ہے جس نے ماضی کے تمام دین منسوخ کر دیئے جب اس کے احکام ہمارے پاس آئے تو سارے سابقہ صحیفے معدوم ہو گئے۔

اَکْبَادُنَا مَجْرُوْحَۃٌ مِّنْ سَیْفِ ہِجْرِ الْمُصْطَفٰی   طُوْبٰی لِاَہْلِ بَلْدَۃٍ فِیْہَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَمْ

ہمارے جگر فراقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے زخمی ہیں خوش نصیبی اس شہر کے لوگوں کی ہے جس میں نبی محتشم ہیں۔

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ کَمَنْ یَّتَّبِعُ نَبِیًّا عَالِمًا   یَوْمًا وَّلَیْلًا دَائِمًا وَارْزُقْ کَذَا لِیْ یَا الْکَرَمْ

کاش میں اس کی طرح ہوتا جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے۔ اے خدا یہ صورت ہمیشہ دن اور رات مجھے عطا فرما اپنے کرم سے۔

یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ   اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْنِ فَضْلًا وَّجُوْدًا وَّالْکَرَمْ

اے رحمتِ دوجہاں آپ گناہگاروں کے شفاعت کرنے والے ہیں ہمیں مصیبت کے دن اپنے فضل وکرم اور سخاوت سے عزت بخشئے۔

یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنْ   مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظّٰلِمِیْنَ فِی الْمَوْکِبِ وَالْمُزْدَحَمْ

اے رحمت اللعلمین زین العابدین کو سہارا دیجئے وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار ہے اور حیرانی وپریشانی کے عالم میں ہے۔

(شیخ ابن العربی)

اَلَا بِاَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکاً وَّسَیِّداً   وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَاقِفْ

میرے ماں باپ قربان وہ حکمران اور سردار کون تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

فَذَاکَ الرَّسُوْلُ الْاَبْطَحِیُّ مُحَمَّدٌ   لَہٗ فِی الْعُلٰی مَجْدٌ تَلِیْدٌ وَّطَارِفْ

وہی رسول الابطحی محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن کی رفعت اور شرف پر قدیم وجدید کی حاصل ہے۔

اِذَا رَامَ اَمْراً لَا یَکُوْنُ خِلَافُہٗ   وَلَیْسَ لِذَاکَ الْاَمْرِ فِی الْکَوْنِ صَارِفْ

اور جب وہ کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہ بات ان کے خلاف نہ جاتی۔ اور پھر اس بات کو کائنات میں کوئی پھیرنے والا نہ ہوتا۔

(حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ — مِنَ اللّٰهِ مَشْهُودٌ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ

یہ وہ ہیں جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے اللہ کی طرف سے یہ شہادت ہے اور دیکھی جا سکتی ہے۔

وَضَمَّ الْإِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ — إِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کا نام ملا رکھا ہے جس کی شہادت مؤذن پانچ وقت دیتا ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ — فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ

اللہ نے ان کے اعزاز کے لئے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ لگایا ہے۔ کیونکہ صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں۔

نَبِيٌّ أَتَانَا بَعْدَ يَأْسٍ وَفَتْرَةٍ — مِنَ الرُّسُلِ وَالْأَوْثَانُ فِي الْأَرْضِ تُعْبَدُ

یہ وہ نبی ہیں جو ہمارے پاس بہت مایوسی اور وقفے کے بعد آتے ہیں جبکہ زمین پر بتوں کی پرستش کی جا رہی تھی۔

فَأَمْسٰى سِرَاجًا مُسْتَنِيرًا وَهَادِيًا — يَلُوحُ كَمَا لَاحَ الصَّقِيلُ الْمُهَنَّدُ

یہ نبی آئے اور روشنی والے چراغ اور رہنما ہو گئے وہ اس طرح چمکے جس طرح صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکے۔

وَأَنْذَرَنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً — وَعَلَّمَنَا الْإِسْلَامَ فَاللّٰهَ نَحْمَدُ

اور انہوں نے ہمیں آگ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا پس ہم اس کے لئے اللہ کے شکر گزار ہیں۔

وَأَنْتَ إِلٰهُ الْخَلْقِ رَبِّي وَخَالِقِي — بِذٰلِكَ مَا عُمِّرْتُ فِي النَّاسِ أَشْهَدُ

اے اللہ! تو مخلوق کا رب ہے معبود ہے اور پیدا کرنیوالا ہے میں جب تک لوگوں میں زندہ رہوں گا اسکی شہادت دونگا

تَعَالَيْتَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ قَوْلِ مَنْ دَعَا — سِوَاكَ إِلٰهًا أَنْتَ أَعْلٰى وَأَمْجَدُ

اے سارے انسانوں کے پروردگار تو ان کے اقوال سے بلند ہے تو سب سے اعلیٰ و برتر ہے جس کو بھی تیرے سوا معبود بنائیں

لَكَ الْخَلْقُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْأَمْرُ كُلُّهُ — فَإِيَّاكَ نَسْتَهْدِي وَإِيَّاكَ نَعْبُدُ

تو ہی پیدا کرنے والا نعمت دینے والا اور حاکم مطلق ہے ہم تجھ ہی سے ہدایت چاہتے ہیں اور تیری ہی عبادت کر۔

(حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ)

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا ۔۔۔ أَرْجُوْ رِضَاكَ وَأَحْتَمِيْ بِحِمَاكَ

اے سرداروں کے سردار میں آپ کے حضور آیا ہوں ۔ آپ کی مرضی کا طالب اور آپکی پناہ کا طلب گار۔

وَاللّٰهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنَّ لِيْ ۔۔۔ قَلْبًا مَشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ

اللہ کی قسم ! اے بہترین تخلیق بے شک میرا دل آپ کی محبت سے لبریز ہے وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔

أَنْتَ الَّذِيْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ ۔۔۔ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ

آپ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا اور اگر مقصود آپ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی۔

أَنْتَ الَّذِيْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ ۔۔۔ مِنْ زَلَّتِهٖ بِكَ فَازَ وَهُوَ أَبَاكَ

آپ وہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے آپ کا توسل اختیار کیا اپنی لغزش کیلئے تو کامیاب ہوتے حالانکہ آدم علیہ السلام آپ کے باپ ہیں

وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ ۔۔۔ بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ

اور آپ کے وسیلے سے حضرت ابراہیم نے دعا کی تو ان کی آگ سرد ہوگئی وہ آگ آپ کے نور کی برکت سے بجھ گئی۔

وَدَعَاكَ أَيُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ ۔۔۔ فَأُزِيْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَ

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری میں آپ کے وسیلے سے دعا کی ۔ تو ان کی دعا مقبول ہوگئی اور بیماری دور ہوگئی۔

وَبِكَ الْمَسِيْحُ أَتٰى بَشِيْرًا مُخْبِرًا ۔۔۔ بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَاكَ

اور حضرت مسیح علیہ السلام آپ کی ہی خوشخبری لے کر آئے ۔ انہوں نے آپ کے حسن کی تعریف کی آپکی بلندیوں کی خبر دی

وَكَذَاكَ مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا ۔۔۔ بِكَ فِي الْقِيَامَةِ مُحْتَمِيْ بِحِمَاكَ

اور اسی طرح موسیٰ بھی آپ کا وسیلہ اختیار کرتے رہے اور قیامت میں بھی آپ ہی کی امداد کے طالب رہیں گے۔

عَنْ وَصْفِكَ الشُّعَرَاءُ يَا مُدَّثِّرُ ۔۔۔ عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ

اے کملی والے آپ کے اوصاف بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے آپکے صفات کے سامنے زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں۔

يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى ۔۔۔ جُدْ لِيْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِيْ بِرِضَاكَ

اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر اے حاصل کائنات ۔ مجھے اپنی بخشش و عطا سے نوازیئے اور اپنی خوشنودی عطا کیجئے

أَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ ۔۔۔ لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْأَنَامِ سِوَاكَ

میں آپ کے جود و کرم کا دل سے طلب گار ہوں کیونکہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے آپ کے سوا اور کوئی نہیں

صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى ۔۔۔ مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ إِلٰى مَثْوَاكَ

اے ہدایت کے پرچم مشتاقان دید کے شوقِ دید کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود و سلام نازل ہوتا رہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ تعتیہ بلا الف

پیغمبر برحق سرور کائنات محمد المصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان عالی میں یہ قصیدہ حضور پرنور السلطان الاجل والداعی المبجل سیدنا ومولانا ابو محمد طاہر سیف الدین ادام اللہ اجلالہ نے نظم فرمایا ہے

صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ رَبُّہٗ — حَبِیْبِہٖ مَنْ حُبُّہٗ حُبُّہٗ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر صلوات بھیجے آپ وہ حبیب ہیں جن سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے۔

صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ رَبُّہٗ — مُحَمَّدٍ عَزَّ بِہٖ حِزْبُہٗ

رب العزۃ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجے آپ وہ محمد ہیں جن کے سبب سے آپ کی امت نے عزت پائی۔

صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ رَبُّہٗ — مَنْ ھُوَ بَیْنَ خَلْقِہٖ لُبُّہٗ

خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوات بھیجے آپ وہ ہیں جو خلق خداوندی میں خلاصۂ مخلوقات ہیں۔

صَلّٰی عَلَیْہِ مِنْ رَّسُوْلٍ بِہٖ — قَدْ بَشَّرَتْھُمْ رُسْلُہٗ کُتُبُہٗ

آپ پر صلوات بھیجے وہ جس کے آپ رسول ہیں۔ جن کی بشارت رسل یزدانی اور کتب ربانی نے دی ہے۔

صَلّٰی عَلَیْہِ مِنْ رَّسُوْلٍ لَہٗ — تَکَشَّفَتْ مِنْ غَیْبِہٖ حُجُبُہٗ

آپ پر درود بھیجے وہ جس کے آپ رسول ہیں اس کے غیب کے پردے جس کے لئے منکشف ہوگئے۔

صَلّٰی عَلَیْہِ مِنْ رَّسُوْلٍ بِہٖ — یُغْفَرُ مِمَّنْ وَدَّہٗ ذَنْبُہٗ

آپ پر درود بھیجے وہ جن کے آپ رسول ہیں بخشے جاتے ہیں اس کے گناہ جس نے آپ سے محبت کی

مُحَمَّدٌ مِنْ بَیْنِ رُسْلٍ خَلَتْ — شَمْسُ ھُدًی وَکُلُّھُمْ شُھُبُہٗ

رسولان اسلاف کے درمیان محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہدایت کے آفتاب ہیں اور تمام پیغمبر نجوم

فَلَمْ یَکُنْ مَعْ فَضْلِھِمْ مِنْھُمْ — مَنْ ھُوَ فِیْ تَفْضِیْلِہٖ تِرْبُہٗ

پس نہیں ہوا کوئی پیغمبر اپنے فضل کے ساتھ جو آپ کی فضیلت میں آپ کے مثل ہو۔

محمدٌ قرّبہٗ ربّہٗ — حتّٰی کقوسین غدا قربہٗ

محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے یہاں تک قرب بخشا کہ آپ کا قرب دو کمان جتنا رہ گیا

نورٌ دجوجیٌّ بہٖ شرقہٗ — منوّرٌ ومثلہٗ غربہٗ

آپ پروردگار کے نور ہیں کہ اس سے جس طرح اس کا مشرق منور ہے اسی طرح اس کا مغرب بھی

منتقلٌ فی رحمٍ طاہرٍ — من صلبِ قرمٍ کرمٍ صلبہٗ

وہ منتقل ہونے والا ہے بڑے سردار کے صلب کریم سے اس رحم میں جو پاک طاہر ہے

طوبیٰ لمن یزور مغنیً حوی — صلوعہٗ فی لحدہٖ تربہٗ

خوشخبری اس کے لئے جو اس منزل کی زیارت کرے جہاں کی مٹی نے خود کے اندر آپ کے جسد مبارک کو حاصل کیا ہے۔

سقی ثریٰ قبرٍ حوی شخصہٗ — من قدسٍ من فضلہٖ سحبہٗ

وہ خاک پاک مزار جو آپ کے پیکر اقدس کو محیط ہے اللہ تعالیٰ کے قدسانی فضل کے بادل سے سیراب ہوتی رہے۔

خیرُ رسولٍ مصطفیٰ قد صفیٰ — من قذرٍ لشرعہٖ شربہٗ

آپ بڑے نیک اور برگزیدہ پیغمبر ہیں آپ کی شریعت کا ساحل کثافت اور گندگی سے پاک صاف ہے۔

نبیٌّ حقٍّ قد رعیٰ سربہٗ — بعزمہٖ فلم یضع سربہٗ

آپ وہ نبی برحق ہیں کہ اپنے عزم صمیم سے آپ نے اس طرح گلہ بانی کی کہ اس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہوئی۔

متحدٌ بربّہٖ سلمہٗ — سلمٌ لہٗ وحربہٗ حربہٗ

آپ اپنے رب سے متحد ہیں اس طرح جو آپ کا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے اور جو آپ کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔

من کظّہٗ من دہرہٖ صرفہٗ — فلیستجرہٗ ینکشف کربہٗ

جس کو گردش زمانہ سے غم پہونچے تو اس کو چاہئے کہ آپ کی پناہ طلب کرے اس کا غم دور ہوجائے گا۔

ومن یصبہٗ شدّۃٌ فلیلذ — بعزّہٖ یذلّل لہٗ صعبہٗ

اور جو شخص دشوارگی میں گھر جائے تو اس کو چاہیے کہ آپ کی عزت کا سہارا ڈھونڈھے تاکہ اس کی مشکل آسان ہوجائے

غَوْثٌ لِمَنْ قَدْ مَسَّهٗ ضُرُّهٗ　　غَيْثٌ لِمَنْ حَلَّ بِهٖ جَدْبُهٗ

آپ ضرر رسیدہ کے فریاد رس ہیں آپ قحط زدہ کے لئے ابر باراں ہیں ۔

مُحَمَّدٌ مُوَحِّدٌ رَبَّهٗ　　تَوْحِيْدُهٗ مِنْ دِيْنِهٖ قُطْبُهٗ

محمد مصطفٰی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی توحید کرنے والے ہیں خدا کی توحید آپ کے دین کا مرکز ہے

قَدْ هَدَّ رُكْنَ كُفْرِهِمْ عَزْمُهٗ　　وَقَدَّ مَتْنَ شِرْكِهِمْ عَضْبُهٗ

آپ کے عزم نے کافروں کے رکن کفر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آپ کی تلوار نے مشرکین کی پشت شرک توڑ ڈالا ۔

وَلَمْ يَزَلْ يَكْنِفُهٗ نُوْرُهٗ　　وَلَمْ يَزَلْ يَنْصُرُهٗ رُعْبُهٗ

اور آپ کا نور آپ کے لئے محافظ ہے اور آپ کا رعب آپ کی نصرت کرتا ہے ۔

ذُوْ عَزْمَةٍ لَوْ رَقَدَتْ عَيْنُهٗ　　فِيْ حِيْنِ نَوْمٍ لَمْ يَنَمْ قَلْبُهٗ

آپ ایسے صاحب عزم ہیں کہ عالم خواب میں اگرچہ آپ کی آنکھ سو جاتی ہے لیکن آپ کا دل بیدار ہوتا ہے ۔

طَبِيْبُ رُشْدٍ وَهُدًى كَمْ شَفٰى　　سَقِيْمَ غَيٍّ وَهَوًى طِبُّهٗ

آپ رشد و ہدایت کے طبیب ہیں آپ کے علاج نے بہت سے ہوس و گمراہی کے مریضوں کو شفا بخشی ہے ۔

مُحَمَّدٌ حَسْبِيْ فِيْ شِدَّتِيْ　　طُوْبٰى لِمَنْ مُحَمَّدٌ حَسْبُهٗ

محمد ۔ مجھے شدت کی حالت میں محمد کافی ہیں ۔ اس کے لئے خوشخبری جس کے لئے محمد کفیل کار ہوں ۔

صَلّٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى مَنْ هُمْ　　عِتْرَتُهٗ صَفْوَتُهٗ صَحْبُهٗ

خدا تعالیٰ صلوٰت بھیجے آپ پر اور ان پر جو آپ کی آل اور آپکے خلاصہ اور آپکے اصحاب ہیں اور عفو رحمت کرے

صَلّٰى عَلَيْهِ وَعَفٰى رَحْمَةً　　عَنْ مُسْلِمِيْنَ رَبُّهُمْ رَبُّهٗ

اللہ تعالیٰ صلوات بھیجے آپ پر اور عفو و رحمت کرے مسلمانوں کو رب ان کا

(ابن خلدون)

فَتَوَمَّمْ مِنْ اَكْنَافِ يَثْرِبَ مَامَناً　　　يَكْفِيكَ مَا تَخْشَاهُ مِنْ تَثْرِيبِ

یثرب کے اطراف میں جا کے امن تلاش کرو جس باز پرس سے تم ڈرتے رہتے ہو یہ اس کے لئے کافی ہوگا۔

حَيْثُ النُّبُوَّةُ اٰيُهَا مَجْلُوَّةٌ　　　تَتْلُو مِنَ الاٰثَارِ كُلَّ غَرِيبِ

یہ وہ مقام ہے جہاں نبوت کی نشانیاں روشن ہیں اس کے آثار میں تم قدم قدم پر ایک سے ایک عجیب بات دیکھو گے۔

يَا سَيِّدَ الرُّسُلِ الكِرَامِ ضَرَاعَةً　　　تَقْضِي اُمْنِيَ نَفْسِي وَتُذْهِبُ حُوبِي

اے تمام رسولوں کے سردار ایک نگاہِ کرم، میری خواہش نفس کا فیصلہ ہو جائے اور میرے گناہ دھل جائیں۔

هَبْ لِي شَفَاعَتَكَ الَّتِي اَرْجُوبِهَا　　　صَفْحاً جَمِيلاً عَنْ قَبِيحِ ذُنُوبِي

اپنی شفاعت سے مجھے نواز دیجئے جس کا امیدوار ہوں میرے بدترین گناہوں سے بہترین طریقے سے درگذر فرمایئے۔

اِنِّي دَعَوْتُكَ وَاثِقاً بِاِجَابَتِي　　　يَا خَيْرَ مَدْعُوٍّ وَخَيْرَ مُجِيبِ

میں نے اس وثوق کے ساتھ آپ کو پکارا جاتا ہے کہ میری دعا قبول ہوگی آپ پکارے جانیوالوں میں بھی اور جواب دینے والوں میں بھی بہترین ہیں

(حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

فَلَسْتُ اَرَىٰ اِلَّا الحَبِيبَ مُحَمَّداً　　　رَسُولُ اِلٰهِ الخَلْقِ جَمُّ المَنَاقِبِ

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو محبوب نہیں پاتا وہ خداوند مخلوقات کے رسول ہیں اور تمام عظمتوں کے جامع۔

وَمُعْتَصَمُ المَكْرُوبِ فِي كُلِّ غَمْرَةٍ　　　وَمُنْتَجَعُ الغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبِ

ہر مصیبت میں آپ مصیبت زدوں کا سہارا ہیں اور ہر توجہ کرنے والے کی مغفرت چاہنے والے۔

مَلَاذُ عِبَادِ اللهِ مَلْجَاً خَوْفِهِمْ　　　اِذَا جَاءَ يَوْمٌ فِيهِ شَيَّبَ الذَّوَائِبِ

خدا کے بندوں کے ماویٰ ہیں اور خوف میں ان کے ملجا اس دن کے لئے جب ہر جوانی پر بڑھاپا آجائے گا۔

★ حضرت مولانا حامد حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ

هُوَ اَفْصَحُ بِمَقَالِهٖ هُوَ اَكْمَلُ بِنَوَالِهٖ
هُوَ اَعْظَمُ بِجَلَالِهٖ هُوَ اَفْقَدُ بِمِثَالِهٖ

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

هُوَ حَامِدٌ وَمُحَمَّدٌ هُوَ مَاجِدٌ وَمُمَجَّدٌ
هُوَ اَمْجَدٌ هُوَ اَحْمَدٌ هُوَ مُرْشِدٌ هُوَ اَرْشَدٌ

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

وہ بشیر بھی، وہ نذیر بھی وہی آپ اپنی نظیر بھی
وہ زمیں پہ شاہ و امیر بھی وہ فلک پہ عرش اسیر بھی

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

وہ قسیم بھی وہ جسیم بھی وہ نسیم بھی وہ وسیم بھی
وہ رؤف بھی وہ رحیم بھی وہ خلیل بھی وہ کلیم بھی

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

وہ رفیع اپنے کمال میں وہ حسین اپنے جمال میں
وہ عزیز اپنی خصال میں وہ فنا خدا کے وصال میں

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

وہی ارفع الدرجات بھی وہی اکمل البرکات بھی
وہی جامع الحسنات بھی وہ جدا بھی واصلِ ذات بھی

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

ہے انہیں کا فیض جہان میں وہ نماز میں وہ اذان میں
وہ یگانہ آن میں شان میں وہ گئے فلک پہ اک آن میں

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

یہ جو قصر سبز رواق ہے یہ جو چرخ ہفت طباق ہے
یہ انہیں کے قصر کا طاق ہے یہ انہیں کے زیر براق ہے

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ

وہ ورائے ہفت فلک گئے کہ جہاں نبی نہ ملک گئے
وہ مقام قربت ملک گئے جو نہاں تھے نور جھلک گئے

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ

انہیں بے حجاب خدا ملا انہیں مرتبہ یہ بڑا ملا
انہیں کیا دیا انہیں کیا ملا جو دیا دیا، جو ملا ملا

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ

سرورِ عالم

ہم مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو "سرورِ عالم" کہتے ہیں۔ سیدھی سادھی زبان میں اس کا مطلب ہے "دنیا کا سردار" ہندی میں اس کا ترجمہ "جگت گرو" ہوگا اور انگریزی میں LEADER OF THE WORLD۔ بظاہر یہ بہت بڑا خطاب ہے، مگر جس بلند پایہ ہستی کو یہ خطاب دیا گیا ہے، اس کا کارنامہ واقعی ایسا ہے کہ اس کو سرورِ عالم کہنا مبالغہ نہیں عین حقیقت ہے۔

دیکھیے! کسی شخص کو دنیا کا لیڈر کہنے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہونی چاہیئے کہ اس نے کسی خاص قوم یا نسل یا طبقہ کی بھلائی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کی بھلائی کے لئے کام کیا ہو۔ ایک محبِ وطن یا ایک قوم پرست لیڈر کی آپ اس حیثیت سے جتنی چاہیں قدر کر لیں کہ اس نے اپنے لوگوں کی بڑی خدمت کی لیکن اگر آپ اس کے ہم وطن یا ہم قوم نہیں ہیں تو وہ آپ کا لیڈر بہر حال نہیں ہو سکتا۔ جس شخص کی محبت، خیر خواہی اور کارگزاری سب کچھ چین یا ہسپانیہ تک محدود ہو، ایک ہندوستانی کو اس سے کیا تعلق کہ وہ اسے اپنا لیڈر مانے؟ بلکہ اگر وہ اپنی قوم کو دوسروں سے افضل ٹھہراتا ہو اور دوسروں کو گرا کر اپنی قوم کو چڑھانا چاہتا ہو تب تو دوسری قوموں کے لوگ اُلٹے اس سے نفرت کرنے پر مجبور رہیں۔ ساری قوموں کے انسان کسی ایک شخص کو اپنا لیڈر صرف اس صورت میں مان سکتے ہیں جب کہ اس کی نگاہ میں سب قومیں اور سب آدمی یکساں ہوں، وہ سب کا یکساں خیر خواہ ہو اور اپنی خیر خواہی میں کسی طرح ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

تیسری لازمی شرط دنیا کا لیڈر ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس کی رہنمائی کسی خاص زمانے کے لئے نہ ہو، بلکہ ہر حال اور ہر زمانے میں یکساں مفید، یکساں صحیح اور یکساں قابلِ پیروی ہو جس لیڈر کی رہنمائی ایک زمانے میں کارآمد اور دوسرے زمانہ میں بیکار ہو اس کو دنیا کا لیڈر نہیں کہا جا سکتا۔ دنیا کا لیڈر تو وہی ہے کہ دنیا جب تک قائم رہے اس کی رہنمائی بھی کارآمد رہے۔

چوتھی اہم ترین شرط یہ ہے کہ اس نے صرف اصول پیش کرنے ہی پر اکتفا نہ کی ہو بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کو زندگی میں عملاً جاری کر کے دکھایا ہو اور ان کی بنیاد پر ایک جیتی جاگتی سوسائٹی پیدا کر دی ہو۔ جو شخص اصول پیش کرنے والا زیادہ سے زیادہ ایک مفکر ہو سکتا ہے لیڈر نہیں ہو سکتا۔ لیڈر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے اصولوں کو عمل میں لا کر دکھائے۔

آئیے اب ہم دیکھیں کہ چاروں شرطیں اس ہستی میں کہاں تک پائی جاتی ہیں جس کو ہم "سرورِ عالم" کہتے ہیں۔

پہلی شرط کو پہلے لیجیے۔ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ہی نظر میں محسوس کریں گے کہ یہ کسی قوم پرست یا محبِ وطن

کی زندگی نہیں ہے بلکہ ایک محبِّ انسانیت اور عالمگیر نظریہ رکھنے والے انسان کی زندگی ہے۔ اُن کی نگاہ میں تمام انسان یکساں تھے کسی خاندان، کسی طبقے، کسی قوم، کسی نسل یا کسی ملک کے خاص مفاد سے انہیں دلچسپی نہ تھی، امیر اور غریب، اونچ اور نیچ، کالے گورے عرب اور غیر عرب مشرقی اور مغربی، سامی اور آرین، سب کو وہ اس حیثیت سے دیکھتے تھے کہ یہ سب ایک ہی انسانی نسل کے افراد ہیں۔ اُن کی زبان سے تمام عمر کوئی ایک لفظ یا ایک فقرہ بھی ایسا نہ نکلا، اور نہ زندگی بھر میں کوئی کام انہوں نے ایسا کیا جس سے یہ شبہ کیا جاسکتا ہو کہ انہیں ایک طبقۂ انسانی کے مفاد سے زیادہ تعلق تھا یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی ہی میں حبشی، ایرانی، رومی، مصری اور اسرائیلی، اسی طرح اُن کے رفیقِ کار بنے جس طرح عرب۔ اور ان کے بعد زمین کے ہر گوشے میں ہر نسل اور ہر قوم کے انسانوں نے اُن کو اسی طرح اپنا رہنما تسلیم کیا جس طرح خود ان کی اپنی قوم نے۔ یہ اسی خالص انسانیت کا کرشمہ تو ہے کہ آج آپ ایک ہندوستانی کی زبان[ل] سے اس شخص کی تعریف سن رہے ہیں جو صدیوں پہلے عرب میں پیدا ہوا تھا۔

اب دوسری اور تیسری شرط کو ایک ساتھ لیجیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص قوموں اور مخصوص ملکوں کے وقتی اور مقامی مسائل سے بحث کرنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اپنی پوری قوت دنیا میں انسانیت کے اُس بڑے مسئلے کو حل کرنے میں صرف کر دی جس سے تمام انسانوں کے سارے چھوٹے چھوٹے مسائل خود حل ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑا مسئلہ کیا ہے؟ وہ صرف یہ ہے کہ

"کائنات کا نظام فی الواقع جس اصول پر قائم ہے، انسان کی زندگی کا نظام بھی اسی کے مطابق ہو۔ کیونکہ انسان اس کائنات کا ایک جزء ہے اور جزء کی حرکت کا کُل کے خلاف ہونا ہی خرابی کا موجب ہے۔"

اگر آپ اس بات کو سمجھنا چاہتے ہیں تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو ذرا کوشش کر کے زمان اور مکان کی قیود سے آزاد کر لیجیے اور پورے کرۂ زمین پر اس طرح نظر ڈالئے کہ ابتدا سے آج تک اور آئندہ غیر محدود زمانہ تک بسنے والے تمام انسان بہ یک وقت آپ کے سامنے ہوں۔ پھر دیکھیے کہ انسان کی زندگی میں خرابی کی جتنی صورتیں پیدا ہوئی ہیں یا ہو سکتی ہیں ان سب کی جڑ کیا ہے یا کیا ہو سکتی ہے اس سوال پر آپ جتنا غور کریں گے، جتنی چھان بین اور تحقیق کریں گے حاصل یہی نکلے گا۔

"انسان کی خدا سے بغاوت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔"

اس لئے کہ خدا سے باغی ہو کر انسان لازمی طور پر دو صورتوں میں سے کوئی ایک ہی صورت اختیار کرتا ہے۔ یا تو وہ اپنے کو خود مختار اور غیر ذمہ دار سمجھ کر من مانی کارروائیاں کرنے لگتا ہے اور یہ چیز اسے ظالم بنا دیتی ہے یا پھر وہ خدا کے سوا دوسروں کے حکم کے آگے سر جھکانے لگتا ہے اور اس سے دنیا میں فساد کی بے شمار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ خدا سے بے پروا ہو کر یہ خرابیاں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ اس کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ حقیقت کے خلاف ہے اس لئے اس کا نتیجہ بُرا نکلتا ہے۔ یہ ساری کائنات فی الواقع خدا کی سلطنت ہے زمین، سورج، چاند، ہوا، پانی، روشنی، سب خدا کی ملک ہیں، اور انسان اس سلطنت میں پیدائشی بندے کی حیثیت رکھتا ہے یہ پوری سلطنت جس نظام پر چل رہی ہے، اگر انسان اس کا ایک جزء ہونے کے باوجود اس سے مختلف رویہ اختیار کرے تو لامحالہ اس کا ایسا

[ل] خیال رہے کہ یہ تقریر اس زمانہ میں ہوئی تھی جب ہندوستان اور پاکستان ایک ملک تھے۔

رویہ تباہ کن نتائج ہی پیدا کرے گا۔ اس کا یہ سمجھنا کہ مجھ سے اوپر کوئی مقتدرِ اعلیٰ نہیں ہے جس کے سامنے میں جواب دہ ہوں، واقعہ کے خلاف ہے اس لئے جب خود مختیار بن کر غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر کام کرتا ہے اور اپنا قانونِ زندگی آپ تجویز کرتا ہے تو نتیجہ برا نکلتا یہ اسی طرح اُس کا خدا کے سوا کسی اور کو صاحبِ اختیار و اقتدار ماننا اور اس سے خوف یا لالچ رکھنا اور اس کی آقائی کے آگے جھک جانا بھی حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت اس پوری کائنات میں خدا کے سوا کوئی بھی یہ حیثیت نہیں رکھتا، لہٰذا اس کا نتیجہ بھی برا ہی نکلتا ہے۔ صحیح نتیجہ برآمد ہونے کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ زمین اور آسمان میں جو حقیقی حکومت ہے، انسان اس کے سامنے سرجھکا دے، اپنی خودی اور خودسری کو اس کے آگے تسلیم کر دے اپنی اطاعت اور بندگی کو اُس کے لئے خالص کر دے، اور اپنی زندگی کا ضابطہ و قانون خود بنانے یا دوسروں سے لینے کے بجائے اُس سے لے۔

یہ بنیادی اصلاح کی تجویز ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی زندگی کے لئے پیش کی ہے یہ مشرق اور مغرب کی قید سے آزاد ہے۔ روئے زمین میں جہاں جہاں انسان آباد ہیں، یہی ایک اصلاحی تجویز ان کی زندگی کی بگڑی ہوئی کل کو درست کر سکتی ہے اور یہ ماضی و مستقبل کی قید سے بھی آزاد ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس پہلے یہ جتنی صحیح اور کارگر تھی اتنی ہی آج بھی ہے اور اتنی ہی دس ہزار برس بعد بھی ہو گی۔

اب آخری شرط باقی رہ جاتی ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خیالی نقشہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس نقشہ پر ایک زندہ سوسائٹی پیدا کر کے دکھادی۔ انہوں نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں لاکھوں انسانوں کو خدا کی حکومت کے آگے سر اطاعت جھکانے پر آمادہ کر لیا۔ ان سے خود پرستی بھی چھڑوائی اور خدا کے سوا دوسروں کی بندگی بھی۔ پھر ان کو جمع کر کے خالص خدا کی بندگی پر ایک نیا نظام اخلاق نیا نظامِ تمدن، نیا نظام معیشت اور نیا نظام حکومت بنایا، اور تمام دنیا کے سامنے اس بات کا عملی مظاہرہ کر دیا کہ جو اصول وہ پیش کر رہے ہیں اس پر کیسی زندگی بنتی ہے اور دوسرے اصولوں کی زندگی کے مقابلہ میں وہ کتنی اچھی، کتنی پاکیزہ اور کتنی صالح ہے۔

یہ وہ کارنامہ ہے جس کی بنا پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سرورِ عالم یا سارے جہاں کا لیڈر کہتے ہیں اُن کا یہ کام کسی خاص قوم کے لئے نہ تھا۔ تمام انسانوں کے لئے تھا۔ یہ انسانیت کی مشترک میراث ہے جس پر کسی کا حق کسی دوسرے سے کم یا زیادہ نہیں ہے جو چاہے اس میراث سے فائدہ اٹھائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے خلاف کسی کو تعصب رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

فضائلِ درود وسلام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
مظاھر العلوم سہارنپور

قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہٗ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کا ارشاد ہے: "ان اللّٰہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی ط یاایھا الذین اٰمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما۔

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر خوب درود وسلام بھیجا کرو۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور بہت سے انبیا کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی فرمائے۔ حضرت آدم علی نبینا علیہ صلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ کیا جائے لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ وہ بھی نبی پر درود بھیجیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ آیت شریفہ مضارع کے صیغے کے ساتھ جو دلالت کرنے والا ہے استمرار اور دوام پر ظاہر کرتی ہے اس بات کو کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ لیکن علما نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے۔ اور ملائکہ کے درود کا مطلب ان کی دعا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی مرتبہ کے لئے اور حضور کی امت کے لئے استغفار اور مومنین کے درود کا مطلب حضور کا اتباع، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور حضور کے اوصافِ جمیلہ اور تعریف کا تذکرہ یہاں ایک بات قابل غور یہ ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ جو آیت شریفہ میں وارد ہوا ہے اور اس کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف اور اس کے فرشتوں کی طرف اور مومنین کی طرف کی گئی ہے وہ ایک مشترک لفظ ہے جو کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور کئی مقاصد اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہر جگہ جو معانی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور مومنین کے حال کے مناسب ہوں گے وہ ہی مراد ہوں گے۔ لیکن علما نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ علی النبی کا مطلب نبی علیہ السلام کی ثنا و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ ہے پھر جس کی طرف یہ صلوٰۃ منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثنا و تعظیم مراد لی جائے گی جیسا کہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، بھائی بھائی پر مہربان ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح کی مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوع کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی پر بھائی کی دونوں سے جدا ہے اسی طرح یہاں بھی اللہ جل شانہٗ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ یعنی

رحمت وشفقت کے ساتھ آپ کی ثنا واکرام واعزاز کرنا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ان کی صلوٰۃ اور رحمت ذکریم اپنی شان و مرتبے کے موافق ہو گی ۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ وسلام بھیجو ۔ امام بخاری نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے درود کا مطلب اس کا آپ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے اور فرشتوں کا درود ان کا دعا کرنا ہے حضرت ابن عباسؓ سے یُصَلُّوْنَ کی تفسیر یُبَرِّکُوْنَ نقل کی گئی ہے یعنی برکت کی دعا کرتے ہیں حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے جیسا کہ التحیات میں پڑھا جاتا ہے۔

السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ

صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجیئے آپ نے یہ درود شریف ارشاد فرمایا ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں۔

اللہ سے اپنے پیغمبر کے اور ان کے گھرانے کے لیئے رحمت مانگنا بڑی قبولیت رکھتا ہے ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں مانگنے والے پر اترتی ہیں اب جس کا جتنا جی چاہے حاصل کرے ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جل شانہٗ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتا ہے ۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ جیسا اللہ جل شانہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں شریک کیا ہے اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ۔ ایسے ہی آپ پر درود شریف کو اپنے ساتھ شریک فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہیئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا اس کی دس خطائیں ، معاف فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا ۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر سو مرتبہ درود بھیجیں گے جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجیں گے جو عشق و شوق میں اس پر زیادتی کرے گا ، میں اس کے لیئے قیامت کے دن سفارشی بنوں گا اور گواہ

علامہ سخاوی نے ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے ۔ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کسی شئے کا سایہ نہ ہوگا ۔ ایک شخص وہ جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے دوسرا وہ جو جو میری سنت کو زندہ کرے ، تیسرے وہ جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے ۔ ایک اور حدیث میں حضور نے ارشاد فرمایا اپنی مجالس کو درود شریف کے ساتھ مزین کیا کرو اس لیئے کہ مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیئے قیامت میں نور ہے ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے رہتے ہیں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ جو شخص مجھ پر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچائی جاتی ہے اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود درود سننے میں کوئی مشکل نہیں اس لیئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کے جسدِ اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی ۔

حدیث پاک کا یہ مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود بھیجے تو اس کو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفسِ نفیس خود سنتے ہیں بہت ہی قابلِ فخر، قابلِ عزت، اور قابلِ لذت چیز ہے۔

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔ مُلا علی قاری کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ درود شریف قبر اطہر کے قریب پڑھنا افضل ہے دور سے پڑھنے سے اس لیئے کہ قرب میں جو خضوع و خشوع اور حضورِ قلب حاصل ہوتا ہے وہ دور میں نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی کیا بزرگی ہے اور حضرتؐ پر سلام بھیجنے والے کو خصوصاً بہت بھیجنے والے کو کیا شرف حاصل ہوتا ہے اگر تمام عمر کے سلاموں کا ایک جواب آوے سعادت ہے چہ جائیکہ ہر سلام کا جواب آوے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا درود شریف کی کوئی حد و مقدار معین ہے اس کا جواب یہ حدیث ہے جو حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی گئی ہے حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ میں آپ پر کثرت سے درود و سلام بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقاتِ دعا میں سے کتنی مقرر کر دوں؟ حضورِ اقدسؐ نے فرمایا - "جتنا تیرا جی چاہے" میں نے عرض کیا" یا رسول اللہؐ! ایک چوتھائی" فرمایا! " تجھے اختیار ہے اور اگر اس بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے" تو میں نے عرض کیا دو تہائی کر دوں" حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ تجھے اختیار ہے اگر زیادہ کر دے تو تیرے لئے بہتر ہے' میں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپؐ پر درود کے لئے مقرر کرتا ہوں۔" حضور نبی کریمؐ نے فرمایا" اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی۔ اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک درود و سلام کی کیا اہمیت ہے اور اس کے نتائج درود پڑھنے والے کے حق میں کس قدر مفید ہیں اسی لئے بعض علماء نے درود شریف کو واجب قرار دیا ہے اس ضمن میں ایک اور حدیث حضرت ابو سعید خدری نے بیان کی ہے

کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہ ہو وہ یوں دعا مانگا کرے۔

"اے اللہ! درود بھیج محمدؐ پر جو تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور رحمت بھیج مومن مرد اور مومن عورتوں پر اور مسلمانوں مردوں اور مسلمان عورتوں پر۔ پس یہ دعا اس کے لئے زکوٰۃ یعنی صدقہ ہونے کا قائمقام ہے اور مومن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی بھی نہیں بھرتا یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

ایک اور حدیث میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ مجھ پر درود بھیجا کرو کہ مجھ پر درود بھیجنا۔ تمہارے لئے زکوٰۃ کے حکم میں ہے اور ایک حدیث جسے حضرت علی نے روایت کیا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر تمہارا درود بھیجنا تمہاری دعاؤں کو محفوظ کرنیوالا ہے تمہارے رب کی رضا کا سبب ہے اور تمہارے اعمال کی زکوٰۃ ہے یعنی تمہارے اعمال کو بڑھانے والا پاک کرنے والا ہے۔

درود شریف کے بارے میں ایسا ہی ایک ارشادِ نبویؐ حضرت انسؓ سے روایت کی گئی حدیث سے ملتا ہے جس میں حضورِ اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ مجھ میں درود بھیجا کرو اس لئے کہ مجھ پر درود تمہارے لئے گناہوں کا کفارہ ہے اور زکوٰۃ ہے اور اس سے بیشتر کی حدیث جو حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مومن کا پیٹ نہیں بھرتا اس کو صاحب مشکوٰۃ نے فضائلِ علم میں نقل کیا ہے اور صاحب مرقاۃ نے خیر سے علم مراد لیا ہے اگرچہ خیر کا لفظ عام ہے اور ہر خیر کی چیز ہر نیکی کی چیز اس میں شامل ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومن کا پیٹ نیکیاں کمانے سے کبھی نہیں بھرتا وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ جو نیکی جس طرح بھی اس کو مل جائے وہ حاصل ہو جائے اگر اس کے پاس مال صدقہ کرنے کے لئے نہیں ہے تو درود شریف سے ہی صدقہ کی فضیلت حاصل کرے۔ صاحب مظاہر حق نے بھی خیر سے علم ہی مراد لیا ہے اس لئے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

" ہرگز سیر نہیں ہوتا مومن خیر سے یعنی آخر عمر تک طالب علم ہی رہتا ہے اور اس کی برکت سے جنت میں جاتا ہے اس حدیث میں خوشخبری ہے طالب علم کو کہ دنیا سے با ایمان جاتا ہے انشاء اللہ تعالےٰ اور اس درجے کو حاصل کرنے کے لئے بعض اہل اللہ اخیر عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہے ہیں بہت سا علم لانے کے باوجود اور دائرہ علم کا وسیع ہے جو مشغول ہو ساتھ علم کے اگرچہ ساتھ تعلیم و تصنیف کے ہو۔ حقیقت میں ثواب طلبِ علم اور اس کی تکمیل کا ہے۔

زادالسعید میں مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم ہو جائیں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرچہ سرانگشت کی برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ مومن کہے گا میرے ماں باپ

آپ پر قربان آپ کون ہیں آپ کی صورت وسیرت کیسی اچھی ہے آپ فرمائیں گے "میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود ہے جو تو نے مجھ پر پڑھی تھی تیری حاجت کے وقت میں نے اس کو ادا کر دیا ہے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آلِ سیدنا محمد و بارک وسلم

ایک اور حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ جل شانہ، کی پاک بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اس درود کو میرے بندہ یعنی درود پڑھنے والے کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لئے استغفار کرے گا اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

دراصل درود شریف کے فضائل کی روایات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا اس مختصر رسالے میں احاطہ کرنا نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن ہے اس لئے اپنی گزارش کی وضاحت کے لئے مندرجہ بالا روایات پر اکتفا کرتا ہوں اور سعادت کی بات یہ ہے کہ اگر درود کی ایک بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر اس قدر احسانات ہیں کہ نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی حق ادائیگی ہو سکتی ہے اس بنا پر جتنا بھی زیادہ سے زیادہ آدمی درود پاک میں رطب اللسان رہتا وہ کم ہے۔

چہ جائیکہ اللہ جل شانہ، نے اپنے لطف و کرم سے اس حق ادائیگی کے اوپر بھی سینکڑوں اجر و ثواب اور احسانات فرما دیئے۔

علامہ سخاوی نے مجملاً ان انعامات کی طرف اشارہ کیا ہے جو درود شریف پر مرتب ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

" درود شریف کے ثواب میں اللہ جل شانہ، کے بندہ پر درود بھیجنا اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر درود بھیجنا اور درود پڑھنے والوں کی خطاؤں کا کفارہ ہونا۔ ان کے درجات بلند ہونا خود درود کا پڑھنے والے کے لئے مغفرت طلب کرنا۔ جو شخص اپنی ساری دعاؤں کو درود بنا دے اس کے دنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت اس کے ثواب کا غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ ثواب ہونا۔ اس کی وجہ سے خطرات سے نجات پانا۔ اللہ کی رضا اور اس کی رحمت کا نازل ہونا جہنم کی آگ سے خلاصی نصیب ہونا۔ جنت میں بہت سی بی بیوں کا ملنا۔ اس کے ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا۔ درود شریف زکوٰۃ ہے اور طہارت ہے اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے۔ حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ عبادت کا اہم حصہ ہے اور اعمال میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے مجالس کے لئے زینت اور فقر و تنگی اور مصیبت کو دور کرتا ہے درود کی برکت سے درود پڑھنے والا اور اس کے بیٹے پوتے سب کو نفع ہوتا ہے اور اس کو بھی نفع ہوتا ہے جس کو درود شریف کا ایصال کیا جائے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں تقرب حاصل کر لیتا ہے درود بے شک نور ہے

دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے کا ذریعہ ہے دلوں کو نفاق سے اور ضمیر کو زنگ سے صاف کرتا ہے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے خواب میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب ہے درود پڑھنے والا اس سے محفوظ رہتا ہے کہ لوگ اس کی غیبت کریں۔ درود شریف بہت بابرکت اور افضل ترین اعمال میں سے ہے درود شریف پڑھنے والا قیامت کے دن حضور اقدس ؐ کے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ پس جتنا بھی ہو سکتا ہو سید السادات اور معدن السعادات صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ اس لیئے کہ وہ وسیلہ ہے مسرات کے حصول کا اور ذریعہ ہے بہترین عطاؤں کا اور سبب ہے مضرات سے حفاظت کا اس لیئے کہ کون سا وسیلہ زیادہ شفاعت والا ہو سکتا ہے اور کون سا عمل زیادہ نفع دینے والا ہو سکتا ہے اس ذاتِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پہ درود کے مقابلے میں جس پر اللہ جل شانہ درود بھیجتے ہیں۔ او[ر] فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰے نے اسے ا[پنی] قربت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑا نو[ر] ہے اور ایسی تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں پس جہاں تک ہو سکے درود شریف پڑھتا رہ کہ اس سے اپنی گمراہی سے نکل آئیگا۔ تیری امیدیں بر آئینگی تیرا قلب منور ہو جائے گا۔ اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔ قیامت کے دن امن نصیب ہوگا۔ اور اللہ جل شانہٗ کے محبوب کی محبت بھی تجھ کو نصیب ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

(القرآن)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْد

سرور دو عالم، فخر بنی آدم، آقائے دو جہاں نبی عالمین، امام النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعٰلمین حضرت سیدنا و مولٰنا و شفیعنا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ و ازواجہ و اصحابہ و ذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں اور ختم کے معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہونچا دینے کے ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہونچا دینے کے ہوئے اور چیز کے انتہا تک پہونچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد تک آجائے کہ اس کے بعد کوئی اور حد اور درجہ باقی نہ رہے جس تک وہ پہونچ سکے اس لئے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا کہ جس تک وہ آئے اور اس کے لئے حرکت کرکے آگے بڑھے اس لئے خاتم النبیین کے حقیقی معنی یہ ہوئے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت کے تمام مراتب پورے ہو گئے اور نبوت اپنے علمی و اخلاقی کمالات کے ایک ایسے مقام پر آگئی کہ بشریت کے دائرے میں نہ علمی کمال کا کوئی درجہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لئے نبوت خاتم سے گذر کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہونچے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہیں رہی یا اس کا نور عالم سے زائل ہو گیا بلکہ مکمل ہوتے کے ہیں جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالات نبوت اپنی انتہا کو پہونچ کر مکمل ہو گئے جو اب تک نہ ہوئے تھے اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے اور اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی نہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہو گئی یا چھین لی گئی۔ معاذ اللہ۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوئی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوئی اور آخر کار جس حد پر آکر رکی اور ختم ہوئی اس کے اول سے لیکر آخر تک جس قدر بھی کمالات دنیا میں وقتاً فوقتاً آئے اور طبقۂ انبیاء میں سے کسی کو ملے

وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آکر جمع ہوگئے
جو خاتم سے پہلے اس کمال جامعیت کے ساتھ کسی
میں جمع نہیں ہوئے تھے ورنہ جہاں بھی یہ اجتماع ہوتا
وہیں پر نبوت ختم ہو جاتی اس لئے خاتم النبیین کا
جامع علوم نبوت ۔ جامع اخلاق نبوت جامع احوال
نبوت اور جامع جمیع شئون نبوت ہونا ضروری ٹھہرا
جو غیر خاتم کے لئے نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ جب
ان ہی کمالاتِ علم و عمل پر شریعتوں کی بنیاد
ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین
میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارے پر پہونچ گئے
جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اس تک پہونچانے
کے لئے خدا کا کوئی نبی آئے تو اس کا صاف مطلب
یہ ہوا کہ شریعت اور دین بھی خاتم پر آکر ختم یعنی مکمل
ہو گیا اور شریعت اور دین کا بھی کوئی حصہ تکمیل طلب
باقی نہ رہا کہ اسے مکمل کرنے کے لئے کسی اور نبی
کو دنیا میں بھیجا جاتا ۔ اسلئے خاتم النبیین کے لئے
خاتم الشرائع ۔ خاتم الادیان اور خاتم الکتب
یا بالفاظ دیگر کامل الشریعت ۔ کامل الدین اور
کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا اور
ختم نبوت کے کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے ۔ پھر ظاہر
ہے کہ کامل ہی ناقص کے لئے ناسخ بن سکتا ہے نہ
کہ برعکس اس لئے شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائے
کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے ساتھ شرائع کو
منسوخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے اور چونکہ ناسخ
بعد میں آتا ہے اور منسوخ اس سے مقدم ہوتا ہے اس
لئے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے
والے کا سب سے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری
تھا اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
ہونے کے ساتھ ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے
کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں
ہوا کیونکہ وہ عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں
کو منسوخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے پھر ساتھ
ہی جب کہ خاتم النبیین کے معنی منتہائے کمالات
نبوت کے ہوئے کہ آپ ہی پر آکر ہر کمال ختم ہوجاتا
ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی
پر ختم ہوتا ہے اسی سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی
چیز کا منتہا ہوتا ہے وہی اس کا مبداء بھی ہوتا
ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی مکمل ہوتا
ہے وہ اس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی
ہوتا ہے ۔ ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار
ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو
قدرتاً اسی کو سرچشمۂ انور بھی ماننا پڑے گا کہ انوار
کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی سے ہوا ہے اور جہاں بھی
نور اور روشنی کی کوئی جھلک ہے وہ اسی کی ہے
اور اسی کے فیض سے ہے ۔ اس لئے روشنی کے حق
میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا
جیسے کسی بستی کے واٹر ورکس کو ہم خاتم المیاہ یعنی
پانیوں کی آخری حد کہیں جس پر شہر کے سارے
نلکوں اور ٹنکیوں کے پانی کی انتہا ہوتی ہے تو اسی
کو ان پانیوں کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا ۔ اسی طرح

جیسے ہم حضرت آدم علیہ السلام کو خاتم الآبا کہیں کہ باپ ہونے کا وصف ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد کوئی اور باپ نہیں ہو سکتا بلکہ سب باپوں کے باپ ہونے کی آخری حد سلسلہ وار پہونچکر حضرت آدم علیہ السلام پر ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر وہی خاتم الآبا ر بھی ثابت ہوتے ہیں کہ باپ ہونے کی ابتداء بھی ان ہی سے ہوئی اگر وہ باپ نہ بنتے تو کسی کو بھی باپ بننا نہ آتا یا جیسے ہم حق تعالیٰ کو خاتم الوجود مانتے ہیں کہ ہر موجود کے وجود کی انتہا اسی پر ہوتی ہے تو اصول مذکورہ کی رو سے وہی ذات واجب الوجود تمام وجودوں کا سرچشمہ اور مبداء بھی ثابت ہوتی ہے یعنی کہ جسے بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ اسی ذات اقدس کا فیض اور طفیل ہے پس وجود کے حق میں ذات خداوندی ہی اول وآخر اور مبدا اور منتہا ثابت ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا گویا اصول مذکورہ بالا کی رو سے آپ ہی کو ان کمالات کا مبدا اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالات نبوت کا کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطے اور فیض سے ملا ہے پس جس طرح آدم کی ابوبیت اول بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوئی ساتھ ہی اصلی اور بلاواسطہ بھی تھی ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اول بھی ہوئی اور لوٹ کر آخر بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلاواسطہ بھی کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ کے واسطہ اور فیض سے ہیں یا جس طرح فلاسفہ کے نزدیک ہر نوع کا مالک رب النوع مانا گیا ہے جو اس نوع کے لئے نقطۂ فیض ہوتا ہے ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطۂ فیض جوہر خود حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اس لئے آپ کی نبوت اصلی ہے جبکہ دوسرے کی بواسطہ خاتم النبیین کے۔ پس ہر کمال نبوت خواہ علمی ہو یا عملی اخلاقی ہو یا اجتماعی۔ حال کا ہو یا مقام کا وہ اولاً آپ میں ہوگا اور آپ کے واسطہ سے دوسروں تک پہونچیگا اس لئے آپ خاتم نبوت ہوئے تو آپ ہی فاتح نبوت بھی ہوئے۔ آخر بھی ہوئے اور اول بھی۔ مبداء بھی ہیں اور منتہا بھی چنانچہ جہاں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں تو قصر نبوت کی آخری اینٹ بھی قرار دیا کہ میں نے ہی قصر نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ پر رسول ختم کر دیئے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنیوالا نہیں اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے آپ کو قصر نبوت کی اولین خشت بھی فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے۔ اول بھی تھے اور آخر بھی

پھر اس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہوئے کی نوعیت کو اس طرح واضح فرمایا کہ نبیوں میں سب سے پہلا نبی ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے اور آپ سارے طبقۂ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوئے اور چونکہ نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اس لئے سارے انبیاء علیہم السّلام میں کمالات بشری کے جامع ہوئے ہیں تو قدرتی طور پر خاتم نبوت کے لئے صرف جامع کمالات ہونا کافی نہیں بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے۔ اندریں صورت جہاں یہ ماننا پڑے گا کہ جو کمال بھی کسی نبی میں تھا وہ بلاشبہ آپ میں بھی تھا وہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا اور امتیاز و فضیلت کی انتہائی شان لئے ہوئے تھا اور یہ کہ وہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے واسطہ سے تھا۔ پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں فاتح کمالات اور سرچشمۂ کمالات اور منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں بلکہ اعلیٰ الکمالات اور افضل الکمالات ثابت ہوئے کہ آپ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے جس کے فیض سے اگلے اور پچھلے باکمال بنے۔

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے اس حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکے گا کہ اولین و آخرین میں سے جس باکمال کو جو کمال دیا گیا اس کمال کا انتہائی نقطہ حضور علیہ السّلام کو عطا فرمایا گیا

(۱) اگر دیگر انبیاء نبی ہیں تو آپ خاتم النبیین ہیں۔

(۲) اگر اور انبیاء کی نبوتیں مرجع اقوام و ملل ہیں تو آپ کی نبوت اس کے ساتھ ساتھ مرجع انبیاء و رسل بھی ہیں۔

۳۔ اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ سبب تخلیق کائنات بھی ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اگر محمد نہ

۴۔ ہوتے تو نہ میں آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ کو۔

۴۔ اگر روز قیامت اور انبیاء ابھی عرصاتِ قیامت ہی میں ہوں گے تو آپ کو پکار لیا جائے گا کہ مقام محمود پر پہونچ کر اللہ کی منتخب حمد و ثنا کریں۔

۵۔ قیامت کے دن کسی کو سجدے کی جرأت نہ ہوگی مگر آپ سب سے پہلے ہوں گے جنھیں سجدے کی اجازت دی جائے گی اور ابھی سب انبیاء تک سجدے میں ہوں گے کہ آپ کو سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔

۶۔ دیگر انبیاء کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی اپنی قوم کی شفاعت دی جائے گی تو حضور علیہ السّلام کو شفاعت کبریٰ یعنی تمام اقوام و کائنات کی شفاعت دی جائے گی۔

اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا جس کے معنیٰ معاملات میں حدود سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطا ہوا جس کے معنی عفو و مسامحہ

کے ہیں تو حضور علیہ السلام کو خلق عظیم ہوا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگذر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے ۔

۸ ۔ اور انبیاء کو قابل نسخ کتابیں ملیں تو آپ کو ناسخ کتابیں عطا ہوئی یعنی آپ کی لائی کتاب قرآن مجید نے تمام سابقہ کتب آسمانی کو منسوخ کر دیا ۔ ؎

۹ ۔ اگر اور انبیاء نے صرف ظاہر شریعت یا صرف باطن پر حکم کیا تو آپ نے ظاہر و باطن دونوں پر حکم کیا اور آپ کو شریعت و حقیقت دونوں عطا کی گئیں ۔

۱۰ ۔ اگر اور انبیاء نے بطور شکر نعمت اپنی اپنی نمازیں خود متعین کیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر بلا کر اپنی طرف سے نمازیں متعین کر کے عطا فرمائیں ۔

(۱۱) اگر اور انبیاء نے روحانیت کے کمال کو خلوت و انقطاع اور رہبانیت کا پابند ہو کر دکھلایا تو آپ نے اسے جلوتوں کے ہجوم ۔ جہاد و جماعت ۔ سیاست و سفر، شہری زندگی اور معاشرت اور حکومت و سیاست کے سارے اجتماعی گوشوں میں سمو کر دکھلایا

۱۲ ۔ اگر اور انبیاء کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس یا صرف معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ اور ایک ہی لغت پر نازل کی گئیں تو حضور علیہ السلام کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی جو سات لغات پر اتری ۔ یعنی قرآن سات مضامین میں سات لغات پر مشتمل ہے زجر ۔ امر ۔ حلال ۔ حرام ۔ محکم ۔ متشابہ اور امثال

۱۳ ۔ اگر میدان حشر میں دیگر انبیاء کے محدود پرچم ہوں گے جو ان کی قوموں اور قبیلوں کے لئے ہوں گے تو حضور علیہ السلام کے پاس عالمگیر پرچم ہو گا جس کا نام لواء الحمد ہو گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کی ساری ذریت سما جائیگی ۔

۱۴ ۔ اگر اور انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذاتی ناموں سے پکارا ہے جیسے یا آدم ۔ یا ابراہیم ۔ یا موسیٰ یا عیسیٰ تو حضور علیہ السلام کو آپ کے منصبی اور صفاتی ناموں سے یاد کیا جس طرح یا ایہا النبی ۔ یا ایہا الرسول ۔ یا ایہا المزمل ۔ یا ایہا المدثر

؎ جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ حضور علیہ السلام کے پاس لائے اور عرض کیا کہ یہ تورات ہے ۔ حضور علیہ السلام خاموش رہے ۔ پھر انھوں نے اسے پڑھنا شروع کیا اور آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہونا شروع ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے گم کر دیں گم کرنیوالیاں کیا تمھیں چہرۂ نبوی کا اثر نظر نہیں آرہا ہے ۔ تب حضرت

بقایا اگلے صفحہ پر

اور امت کو بھی حکم دیا کہ وہ آپ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہیں بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ ۔ یا حبیب اللہ کہہ کر پکاریں ۔

۱۵ ۔ اگر اور انبیاء کو درمیانی آسمانوں تک معراج عطا ہوئی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان تک اور حضرت ادریس علیہ السلام کو پانچویں آسمان تک تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ اور مستویٰ تک پہونچایا گیا

۱۶ ۔ اگر حضرت آدمؑ کی تحیت کے لئے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا گیا تو حضور کی تحیت بصورت درود وسلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی شامل ہیں اور امت کو قیامت تک اپنے نبی پر درود وسلام بھیجتے رہنے کا حکم دیا اسے ایک عبادت بنا دیا ۔

۱۷ ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لذت کلام دی گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت سے نوازا گیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو دیدار جمال حق سے مشرف کیا گیا ۔

۱۸ ۔ انبیاء سابقین نے مخالفوں اور دشمنوں کی مدافعت اور اپنی برأت کا انتظام خود کیا تو حضور اقدس کے دشمنوں کا جواب حق تعالیٰ نے خود دیا ۔

۱۹ ۔ اگر حضرت یوشع بن نون کے لئے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے تو حضور علیہ السلام کے صاحب خاص حضرت علی کیلئے غروب شدہ آفتاب لوٹا دیا

۲۰ ۔ اگر سابقہ انبیاء کی امتیں گمراہی عام کی وجہ سے عذاب میں مبتلاء کی گئیں ہیں تو حضور کی امت کو عذاب عام اور استیصال عام سے محفوظ کر لیا گیا اسی طرح انبیاء سابقین کی امتوں کا باہم مل کر کسی بات کا فیصلہ کر لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حجت قرار نہیں دیا گیا مگر امت محمدیہ کو عام گمراہی سے محفوظ ہونے کی بناء پر اس کے اجماع کو حجت شرعیہ تسلیم کیا گیا ۔

یہ سارے امتیازی فضائل وکمالات جو جماعت

عمر رضی اللہ عنہ نے چہرۂ اقدس کو دیکھا تو لرز گئے اور زبان سے فوراً جاری ہو گیا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے ۔ ہم راضی ہوئے اللہ سے بلحاظ رب ہونے کے اور راضی ہوئے اسلام سے بلحاظ دین کے اور راضی ہوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بلحاظ نبی ہونے کے اس وقت حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر آج موسیٰؑ تمہارے پاس آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تو تم بلاشبہ سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر آج موسیٰؑ زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کو پالیں تو وہ یقیناً میرا ہی اتباع کریں گے ۔

انبیاء میں آپ کو اور تمام امتوں میں آپ کی امت کو دیئے گئے ہیں تو اس کی بنا یہی ہے کہ اور انبیا نبی ہیں اور آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی امت خاتم الامم ہیں۔ آپ کی کتاب خاتم الکتب ہے آپ کا دین خاتم الادیان ہے آپ کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ پس یہ امتیازی خصوصیات صرف نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات ہیں۔

ان تمام فضائل و کمالات میں ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے وہ شان مصدقیت ہے یعنی یہ کہ آپ انبیاء سابقین کی لائی ہوئی تمام کتابوں اور شریعتوں کے تصدیق کنندہ تھے اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب آپ کی شریعت میں پچھلی تمام شریعتیں جمع ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید میں تمام سابقہ کتب سماویہ مندرج ہیں تو ان کی تصدیق خود اپنی بھی تصدیق ثابت ہوتی ہے اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے۔

بہر حال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لائی ہوئی ہر چیز شریعت کتاب قوم۔ امت۔ اصول و قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لئے جس طرح آپ کو خاتم النبیین کہا گیا اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا۔ آپ کی امت آخری امت ہوئی اور آپ کی مسجد کو مساجد الانبیاء میں خاتم المساجد قرار دیا گیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط۔

ماخوذ:۔ رسالہ دارالعلوم دیوبند
۱۷ شعبان ۱۳۷۷ھ یوم الاحد

(سلسلہ ۱۹ کی تشریح) اس واقعہ کی روایت یوں ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور حضرت علی حضور علیہ السلام کی نیند کے خیال سے نماز کے لئے نہ اٹھ سکے جب نبی اکرم بیدار ہوئے اور صورت حال ملاحظہ فرمائی تو دعا فرمائی جس سے آفتاب لوٹایا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا۔

جناب مولانا سید احمد جوہر دہلوی
سربراہ ادارۂ یادگار خطیب اعظم

رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن

لائق حمد وثنا ہے وہ ذات جس کی جانب سے اس کائنات میں رحمتیں اور نعمتیں نازل کی گئیں۔ جس نے انسان کی خاطر زمین کی گود زر و جواہر سے بھر دی سمندر کی تہ میں دہن صدف کو موتی سے بھر دیا، فرش زمین پر سبزے کی مخمل بچھا دی درختوں کو پھولوں کے ہار پہنا کر دامن گل میں خوشبو بھر دی جبین فلک پر ثریا کا جھومر سجا کر آفتاب و مہتاب کی قندیلیں روشن کر دیں اور خود انسان کے فانوس جسم میں ایک ایسا چراغ عقل روشن کر دیا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی روشنی میں ستاروں اور سیاروں پر کمند پھینک دے، اور جب اس کی رحمت نے کچھ اور جوش مارا تو انسان کو پانی، روشنی، اور ہوا جیسے مدارات زندگی بھی مفت اور بلا معاوضہ عطا کر دیئے ورنہ اگر سورج کہیں ہر مہینے اپنی ایک دن کی روشنی کا بل بنا کر بھیجا کرتا تو اقوام عالم کے خزانے خالی ہو جاتے۔ لیکن اس کی ادائیگی ممکن نہ ہوتی، اور یہ بھی قدرت کا ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے عطائے نعمت اور تقسیم رحمت کے لئے انسان کو اپنا مختار نہیں بنایا، بلکہ سب کچھ اپنے دست قدرت میں رکھا، ورنہ اگر کہیں ان مداراتِ زندگی میں بھی ہر انسان کو اختیار ہوتا تو یہ زمین ہمیشہ کے لئے فسادات و ہنگاموں کی آماجگاہ بن کر رہ جاتی اور دیگر انسانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا! سوال یہ ہے کہ آخر انسان کو یہ تمام نعمتیں کس لئے عطا کی گئیں: تو اس کا جواب سادہ یہ ہے تاکہ وہ اپنے خالق کے سوا کسی دوسرے کا ممنونِ احسان نہ ہو اور نہ ہر دم اس احساس محرومی میں مبتلا رہے کہ پیدا کرنیوالے نے ہدایت فطری کے بغیر تو پیدا ہی کیا تھا لیکن اپنی نعمات سے بھی محروم رکھا! منشائے ایزدی یہ تھا کہ جب انسان اس دنیا میں قدم قدم پر نعماتِ الٰہی کے دسترخوان بچھے ہوئے دیکھے تو ان کے ذریعہ اپنے خالق کو پہچان لے اور ان کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں سربسجود ہو جائے۔

اگر دیکھا جائے تو پانی اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے کہ اگر اس کی عطا نہ ہوتی تو انسان ایک ایک دانہ رزق کو ترستا رہتا! تو اب پانی نعمت ہی نہیں رہا بلکہ رحمت بھی ہو گیا! لیکن رحمت اس وقت ہے جب اللہ کی جانب سے نازل یا عطا کیا جائے! ورنہ سمندر کا عام پانی جس میں شور اور تیزابیت ہوتی ہے چشم زدن میں لہلہاتی ہوئی کھیتیوں اور سبزہ زاروں کو تباہ و برباد کرنے والا ہوتا ہے، اب یہ پانی رحمت کب بنا جب ایک ادنیٰ سی شعاع آفتاب نے سطح سمندر سے بلند کر کے

اس کو پنجۂ قدرت میں پہونچا دیا! اور اس کی جانب سے ابر کرم کی صورت میں آبِ نیساں بن کر زمین پر نازل ہوا۔ اَنزلنا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (بقرہ ۲۲) تو اسی پانی نے کہیں دہن صدف میں گوہر نایاب پیدا کیا کہیں نیشکر کو شیرینی عطا کی کہیں سبزہ کو زعفران زار بنایا اور کہیں سوکھی ہوئی بنجر زمینوں کے تشنہ زخموں کو بھر دیا اور وہ چمن جو نذر خزاں ہو چکے تھے ان میں بہار لوٹ آئی اور اسی تبدیلی کو اس نے اپنی رحمت قرار دیا ہے (فَانظُرْ اِلیٰ اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا) سورۂ روم ۵۰) ذرا اللہ کی رحمت کے آثار تو دیکھو کہ وہ کس طرح مردہ زمینوں کو حیات نو دیتی ہے تو اب پانی وہی رہا اس کی صورت وہی رہی لیکن جب قدرت نے اس کو بلند کر کے دوبارہ زمین پر نازل کیا تو اس کی سیرت کو حیات سے بدل دیا۔

اب جس طرح قدرت نے پانی کو بلند کرنے کے بعد اس کی سیرت کو رحمت میں تبدیل کر دیا اسی طرح شب معراج جب ہمارے رسول کو قدرت نے فلک پر لیجانے کیلئے زمین سے جذب کیا اور اس کے بعد دوبارہ زمین پر ارسال کیا تو ان کو بھی رحمت قرار دیا۔ رحمت بھی ابر کرم کی طرح محدود نہیں جس کے علاقے محدود، اور نزول کے زمانے بھی مخصوص! بلکہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء ۱۰۷) فرما کر تمام عالمین کے لئے رحمت قرار دے دیا! اب نہ رسول کی شکل بدلی نہ ان کی بشریت میں فرق آیا البتہ مجسم رحمت بنا دیا اور ان کے دامن رحمت کو اس قدر وسیع کر دیا کہ اب کائنات کا کوئی گوشہ اور کوئی لمحہ ان کی رحمت سے خالی نہیں رہ سکتا اب اگر کسی کو اس پر حیرت ہے کہ ہمارے رسول فلک تک پہونچے کیسے تو پھر ان کو یہ غور کرنا چاہیے! اگر وہ چھوٹا سا ابر کرم تھا جو بلند ہوا! تو ہمارے رسول مجسم سحاب رحمت ہیں اور برق رحمت وہیں ہوتی ہے جہاں ابر رحمت ہوتا ہے اور یہ بھی مسلم کہ آپ بذریعہ براق فلک پر تشریف لے گئے اور براق ہے جو حقیقت میں جوہر برق ہے! لیکن اس کی سرعت اور رفتار کا اندازہ ابھی تک سائنس کو بھی نہیں ہو سکا ہے البتہ حیرت تو اس پر ہونی تھی کہ ہمارے نبی دوبارہ زمین پر تشریف کیسے لائے۔

اب جس آیہ دانی ھدایہ کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں اَرسَلْنٰكَ کیا ہے قدرت کا حق ارسال! میں نے آپ سے کوئی شے طلب کی تو اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ میرے پہلی بار طلب کرنے پر بھیج دیں۔ یا سب کے بعد میں بھیجیں باہر سے خرید کر بھیج دیں یا جو آپ کے گھر میں سب سے بہتر موجود ہو اس کو بھیج دیں! یعنی یہ حق ارسال صرف بھیجنے والے کو ہوتا ہے کہ جب چاہے بھیج دے اور جس کو چاہے بھیج دے! طلب کرنے والا اس کو مجبور نہیں کر سکتا! جب ہم تاریخ انبیاء پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس نے ارسال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی! بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے لیکن جب قدرت نے یہ دیکھا کہ اس کثرت کے باوجود بھی نہ اس کا پیغام عام ہو سکا' اس کام کی تکمیل ہو سکی۔ جو اُن کے سپرد کیا گیا تھا! تو اب آخر میں ایسی ذات کا بھیجنا اس کے لئے لازم ہو گیا! جس کو اس نے سب سے

اول میں بنایا تھا لیکن حجابات نور میں چھپا رکھا تھا، جس کی ذات اس کی صناعی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی، بلکہ اس کے جاہ و جلال اور کمال و جمال کا آئینہ تھی، تاکہ اس کو دیکھنے کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اب بھی ارسال کرنے میں تھوڑی کمی باقی رہ گئی! اور کس شان سے ارسال کیا! اس کو رسالت عامہ کی خلعت فاخرہ پہنا کر (وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا ۲۸)) اور عالمین کی رحمت کا تاج سر پر رکھ کر، تاکہ دیکھنے والے اس کے ارسال خصوصی کی شان بھی دیکھ لیں بے شک مسلم کا دائرہ بلحاظ وسعت انبوہ کی کثرت بڑا ہے، لیکن انسانوں کا دائرہ اس سے بھی بڑا اس لئے اس نبی کو رسالت و نبوت عامہ بھی عطا کردی اور جب قدرت نے یہ دیکھا کہ زمین کا دائرہ انسانوں سے بڑا اور افلاک و کرسی کا دائرہ اس زمین سے بھی بڑا تو فرمایا حبیب گھبرانا نہیں! اب ہم نے تمہارا دائرہ اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ اس کائنات میں اس سے بڑا دائرہ ممکن نہیں ہوسکتا! یعنی جب تم عالمین کے لئے رحمت قرار دیئے گئے! تو اب اس کائنات میں جمادات ہوں یا نباتات، حیوانات ہوں یا موجودات، زمین و آسمان جن و انس ہوں یا ملائکہ یہ تمام تمہارے دائرۂ رحمت میں آگئے اور اب کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے اپنا حق ارسال ادا نہیں کیا ہے۔ پالنے والے قربان تیری رحمت کے! اپنا حق ارسال بھی بتلا دیا اور اپنے رسول کے دامن رحمت کی وسعت بھی بتلا دی، لیکن ایک تشنگی رہ گئی یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تیرے حبیب کی رحمت کی ابتدا کب ہوئی اور اس کا زمانہ رحمت کب ختم ہوگا بظاہر آیت میں (وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ) اس کی وضاحت نہیں نظر آتی لیکن ظاہر میں ایسا نہیں ہے اور یہی کمال قدرت ہے کہ کبھی بڑے سے بڑے واقعہ کی تفصیل كٓهٰيٰعٓصٓ (مریم ۱) جیسے مختصر سے لفظ میں پیش کردیتی ہے اور کبھی چھوٹے واقعہ کی تفصیل کے لئے ایک پورا سورہ نازل کرتی ہے بالکل یہی صورت یہاں بھی موجود ہے۔ یعنی قدرت نے رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرما کر زمان و مکان یا ماضی و مستقبل دونوں کے چہروں سے نقاب الٹ دی ہے۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے اس رسول کو عرب کے لئے رحمت قرار دے کر بھیجا ورنہ کہا جاتا کہ رسول کی رحمت کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب عرب کا وجود ہوا اور نہ یہ فرمایا کہ اس نبی کو یورپ، امریکہ، ایران ترکی یا چین و جاپان کے لئے رحمت قرار دیا بلکہ رحمۃ للعٰلمین فرما کر بتلا دیا کہ اس کی رحمت عالمین کے ساتھ وابستہ ہے یا یہ کہہ دیجئے کہ جب یہ عالمین بنے اور عالمین کب بنے جب ربّ العٰلمین نے ان کو بنایا! تو اب یہ لازم ہوگیا کہ عالمین کو بنانے والا رب پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے اگر وہ نہ ہوتا تو یہ عالمین نہ ہوتے: اب جو اس کائنات کا رب ہے وہ خود رحیم بھی ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن نہیں رہا کہ رحیم موجود ہو اور اس کی رحمت کا وجود نہ ہو تو معلوم ہوا کہ وجود رحمت قبل عالمین ہوا نہ کہ عالمین کے بعد اور اس بات کی وضاحت اس طرح اور بھی ہوسکتی ہے کہ علی العٰلمین اور للعٰلمین دونوں میں بڑا فرق ہے وَفَضَّلْنٰكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اعراف ۱۴۰)

تم کو عالمین پر افضل کیا ! یعنی افضیلت بعد وجود ہوتی ہے یعنی جب موجود تھا تو افضل ہوا لیکن رحمۃ اللعٰلمین میں جو رحمت قبل عالمین ہے ۔ چونکہ وہ رحمت رحیم سے وابستہ ہونے کے بعد عالمین سے وابستہ ہوئی تو اب رسول کا زمانۂ رحمت کی ابتدا، قبل عالمین تسلیم کرنا ہوگی ! اور اس وقت تک رہے گی جب تک کہ یہ عالمین باقی ہیں ! اور اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جہاں جہاں رب العٰلمین کی ربوبیت تو اس کے رسول کی رحمت اس کے ساتھ ساتھ ہوگی ! اب اگر کوئی ہم کو عالمین کی ابتدا، بتلادے تو رحمت رسول کی ابتدا، ہم بھی اس کو بتلادیں گے ۔ اب یہ بھی ممکن نہیں کہ جس کی ابتدا قبل عالمین ہوئی ہو خود اس ذات کا وجود نہ ہو ۔ البتہ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ خود ہمارے لئے اس ذات کا ظہور نہیں ہوا تھا لیکن جیسا کہ متفقہ احادیث سے بھی ثابت ہے، وہ ذاتِ اقدس تو اس وقت بھی موجود تھی (لولاک لما خلقت الافلاک) جب کہ یہ افلاک بھی نہ بنے تھے نہ زمین پر سبزے کی مخمل، نہ آفتاب و ماہتاب کی قندیلیں، نہ آفتاب کے سر پر کرنوں کا تاج، نہ رخ مہتاب پر چاندنی کا آنچل نہ رخِ افق پر شفق کا غازہ، نہ پیشانیٔ صبح پر ثریا کا جھومر، نہ یہ کوہ صحرا نہ اشجار سایہ، نہ یہ شور دریا نہ امواج ساحل نہ صحن چمن پر تھی پھولوں کی چادر یعنی اس وقت تک اس زمین پر بھی کچھ نہ تھا ۔ اب رہی جنت تو اس کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا، نہ خلد بریں کی سجاوٹ ہوئی تھی نہ حورانِ جنت کے گیسو کھلے تھے، نہ طوبیٰ کی شاخوں میں حرکت ہوئی تھی، نہ تسنیم و کوثر میں موجیں اٹھی تھیں نہ عرش و کرسی کو رفعت ملی تھی، نہ آواز تسبیح کروبیاں تھا نہ شور حمد و ثنائے ملک تھا نہ آوازِ کن سے گوش آشنا ہوئے تھے اور یہ عالم رنگ و بو تھا نہ جلوہ ہائے ذات صفات کی نمو تھی ہاں اگر کوئی تھا تو ایک اس کی ذاتِ واحد اور ایک اس کا آئینہ جمال، پھر ایک نور اور ایک قندیل نور رنیا پھر ایک کامل صفات یا پر تو صفات یعنی ایک بنانیوالا تھا اور ایک بننے والا تھا اس کے سوا کائنات میں کچھ اور نہ تھا ۔

اب لاہوت کے سناٹوں میں ایک آواز بلند ہوئی (اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ) (مدارج النبوۃ ص) بس نور کے آنے کی دیر تھی کہ عالم لاہوت جگمگا اٹھا ۔ ملکوت کی بنیاد رکھی گئی ناسوت کا سامان ہونے لگا قصور جنت سجائے گئے، کوثر چھلکا، تسنیم نے ہلکورے لئے نسیم سحری اٹھلا کے چلی، اشارۂ کن سے طوبیٰ جھوما حوروں نے انگڑائیاں لیں صافین کی صفیں درست ہوئیں، عرش و کرسی کے گرد صافین کا سلسلہ بنا، طائرانِ جنت چہچہانے لگے اور اس کائنات میں پھول کھلے غنچے مسکرائے، دریا دوڑے، لہریں اچھلیں حباب نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور اس طرح کائنات سج گئی، اور یہ سب کس کے دم قدم سے کس کے طفیل میں ہوا جس کی آمد پر دستر خوان عالم پر انبار لگ گئے تو یہ وہی مخلوق اول اور نور اول تھا جس کے ہونے پر سب کچھ ہو گیا، تو اب ایسی ذات جو وجہ تخلیق کائنات ہو اور جس کا نور بھی قبل کائنات موجود ہو تو اگر اس کے ظہور پر قدرت نے اس کو رحمۃ اللعٰلمین قرار دے دیا تو ہمارے لئے

باعث حیرت نہیں ہوسکتا البتہ ان کے لئے ہوسکتا ہے جو عظمت ختمی مرتبت سے نا آشنا ہیں اور ان کی ذات والا صفات کو مظہر کمالات الٰہی ہونے کے باوجود اپنے جیسا ایک عام بشر خیال کرتے ہیں اور ابھی تک اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (کہف ۱۱۰) کی غلط توضیحات میں الجھ کر یُوْحٰی اِلَیَّ کو بھول گئے ہیں، اب ایسے تمام لوگوں سے صرف ایک سوال ہے یا ان کی دعوت فکر دی جاتی ہے آیا ان کے پاس کوئی ایسی طاقت یا قوت موجود ہے جس کے ذریعہ پروردگار عالم سے براہ راست رابطہ قائم کرسکیں یا اس کے فیضان کرم کے چشموں سے بذاتِ خود فیض حاصل کرسکیں ہمیں یقین ہے کہ ان کا جواب انکار میں ہوگا اس لئے کہ مبدءِ فیض جس کی ذات ہے اس میں تو یہ قدرت موجود ہے کہ وہ اپنے فیضان کرم کو ہم تک براہ راست پہونچادے لیکن ہم میں خود یہ صلاحیت اور قوت برداشت نہیں کہ ہم اس کی ذات سے یا اس کے فیضان سے بلا واسطہ یا بلا وسیلہ فیض حاصل کرسکیں کیونکہ ہم میں اور اس میں کوئی مناسبت نہیں؛ وہ کمال مطلق ہے جب کہ ہم سراسر ناقص وہ اعلیٰ ہم ادنیٰ، وہ خالق ہم مخلوق، وہ معبود ہم عبد وہ حاکم ہم محکوم، وہ آفتاب ہم ذرہ، اس لئے ہمارے اور اس کے درمیان کسی ایسی ذات کا ہونا لازم ہے جو اس کے کمالات وصفات کی مظہر ہو تاکہ اس سے براہ راست فیض حاصل کرکے ہم تک پہونچاسکے اور جو بھی ایسی ذات ہوگی وہ مظہر الٰہی کہلائی گی اور فیضان رحمت ہوگی، اب مظہر و فیضان کیا ہیں تو اس کے لئے چند مثالیں پیش کرنا ضروری ہوگیا تاکہ ہمارا مقصد واضح ہوسکے اور اس کی حقیقت بھی ظاہر ہوجائے مثلاً دریا ہے جس کا شمار اس کے ادنیٰ سے فیضانِ رحمت میں ہوتا ہے چونکہ پانی جہاں انسان کے لئے اللہ کی ایک نعمت ہے اسی کے ساتھ بنجر زمینوں کے لئے اللہ کی رحمت بھی ہے ۔ لیکن اس دریا کا رخ اچانک کہیں ہمارے کھیتوں کی طرف ہوجائے تو تھوڑی دیر میں نہ کھیت دکھائی دیں گے اور نہ جھونپڑی کا وجود باقی رہے گا یعنی چشم زدن میں دریا کا پانی سیلاب بن کر سب کچھ تباہ و برباد کردے گا اب ہم کیا کرتے ہیں سب سے پہلے اس اس دریا سے بڑی نہریں، اور پھر ان بڑی نہروں سے چھوٹی نہریں، اور چھوٹی نہروں سے شاخیں، اور پھر اس کے بعد ان شاخوں سے چھوٹی چھوٹی نالیاں نکالتے ہیں تب کہیں جاکر اس دریا کا پانی ہمارے کھیت تک پہونچتا ہے تو اب دریا سے کھیت تک جتنی بڑی یا چھوٹی نہریں ان کی شاخیں اور نالیاں درمیان میں آئیں وہ تمام اس دریا کی مظہر اور فیضان کہلائیں گیں؛ جن کا ایک جانب دریا سے تعلق ہوتا ہے تو دوسری جانب کھیت سے ملحق ہوتی ہیں ۔ تو اب دریا خود کھیت تک نہیں پہونچا۔ اس کا پانی بھی وہی رہا لیکن جب فیضان کا ذریعہ درمیان میں آگیا تو اب وہ تباہی لانے کی بجائے کھیت کے لئے آب حیات بن گیا اگر دریا کے یہ مظہر وسیلہ نہ بن جاتے تو ہم دریا کے فیض سے محروم ہوجاتے تو جب ہم ایک معمولی دریا سے براہ راست فیض حاصل نہ کرسکے تو اس مبدا فیض کی ذات مقدس تو بیحد بلند ہے؛ جسکی ایک تجلی کو نہ کوہ طور جیسا پہاڑ سہہ سکا اور نہ موسیٰؑ جیسے نبی اسکو برداشت کرسکے؛ تو اسکے جلال و کمال کا براہ راست جلوہ دیکھنا تو بڑی بات ہے؛ جو ایک ادنیٰ سے انسان کے لئے تو کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ۔

جو اس کائنات کے لئے اس کی عطائے خاص ہے اگر ہم اس تک پہونچنے کی براہ راست کوشش کریں تو کرۂ شمسی کی حدود میں داخل ہونے سے قبل ہی جل کر تباہ ہوجائیں گے کوئلہ بن جائیں گے لیکن یہ اسی سورج کی شعاعیں ہیں جو فیضان شمس ہونے کے باعث پھولوں کو رنگینی اور پھلوں کو شیرینی عطا کرتی ہیں اور خود ہمارے جسموں کے لئے توانائی کا باعث بن کر اللہ کی رحمت ہیں تو ہم نے سورج سے کب فیض حاصل کیا جب اس کی شعاعیں ہمارے درمیان وسیلہ بن گئیں بے شک پروانہ براہ راست شمع تک پہونچ سکتا ہے لیکن جل کر خاک بھی ہوجائے گا اور جب صبح ہوگی اس کے بال و پر بھی ملنا دشوار ہوں گے لیکن اگر پروانے اور شمع کے درمیان ایک آئینہ آجائے تو پھر وہ جلنے سے محفوظ ہوکر رات بھر شمع کے گرد نثار ہوتا رہے گا یا اگر ہم کاغذ کو براہ راست شمع کی لو پر رکھ دیں تو جل کر راکھ ہوجائے لیکن اگر اسی کاغذ کو صرف نور شمع میں دیکھا جائے تو پھر تحریر بھی روشن اور الفاظ منور نظر آئیں گے چونکہ اس شمع کا مظہر وہ نور ہے جو ایک جانب سے کاغذ سے متصل ہے تو دوسری جانب شمع سے متحد ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم پروردگار عالم سے براہ راست فیض حاصل نہیں کرسکتے تو اب قدرت کے لئے کسی ایسی ذات کا پیدا کرنا بھی لازم تھا جو اس کے کمالات وصفات کی مظہر ہو اور ہم تک اس کے فیض کو پہونچا سکے یا ہمارے اور اس کے درمیان وسیلہ بن سکے تو اب اس کائنات میں صرف وہ ذات ہمارا وسیلہ بن سکتی ہے جو ادھر بندوں سے تعلق رکھتی ہو ادھر معبود سے وابستہ ہو یا یہ کہہ لیجئے کہ اگر بشریت میں ہم سے تعلق رکھتی ہو تو یُوحیٰ اِلَیَّ میں اس کے ساتھ ہو تو اب قدرت نے اس تمام کائنات میں صرف ایک بشر ایسا پیدا کیا جو ہمارے لئے وسیلہ بھی بنا اور اس کے جمال وکمال کا مکمل آئینہ تھا یا اس کے کمالات ممکن کا آخری باب تھا۔ اور اسی کو رحمۃ اللعٰلمین قرار دیا یعنی اب جس کو بھی اس کائنات میں ہمارے فیض حاصل کرنے ہیں وہ اس کے دامن رحمت سے منسلک ہوجائے تو اب اس ذات سے صرف عام انسانوں ہی نے فیض حاصل نہیں کئے بلکہ تمام انبیاء نے کمالات بھی اسی ذات کے دامن فیض سے حاصل کئے۔ یعنی اگر جناب آدم نے علم لیا تو جناب نوحؑ نے فہم حاصل کیا اگر جناب یحییٰؑ کو زہد ملا تو اسی ذات سے جناب داؤدؑ کی چٹکی کو وہ طاقت عطا کی جو لوہے کو موم کردے اگر جناب سلیمان نے ہوا کے دوش پر رفعت حاصل کی تو وہ بھی اسی ذات کے صدقے ہیں، اب جناب یوسفؑ بھی کسی سے پیچھے رہنے والے نہ تھے انھوں نے بھی دامن سے لپٹ کر اپنے لئے جمال مانگ لیا حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ ذات نہ ہوتی تو اس کائنات میں اس کے فیضان کرم کے چشمے کبھی جاری نہ ہوتے اور نہ انسانوں پر اللہ کی نعمتیں اور رحمتیں نازل ہوتیں۔ اور یہی سبب ہے کہ ایک ہم ہی نہیں بلکہ رات دن عرش اعلیٰ کے ملائکہ بھی اس ذات پر سلام و درود بھیجتے رہتے ہیں۔

کَبِیرداس

ھندی شاعری میں دوہے کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے اور ہندی ادب میں کبیر داس کو دوہے کا بانی کہا جاتا ہے کبیر داس نے لاتعداد دوہے کہے۔ جن میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے دوہوں میں بڑے سبق آموز مشورے دیئے جو آج بھی زبان زدعام ہیں۔ انہی دوہوں میں کبیر داس نے ایک ایسا بھی دوہا کہا جس نے کبیر کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اور وہ دوہا حضور اکرم کی شان اقدس میں ہے۔ جس میں کبیر نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر کائنات اور اسکی ہر شے حضورؐ کے صدقہ میں بنائی گئی ہے۔ اور بنائے کائنات با بنائے ہر عالم ذات اقدس رسالتمآب ہے۔ علم ابجد سے نام محمدؐ کے ۹۲ عدد نکلتے ہیں۔ کبیر کے فارمولے سے ہر شے کے ۹۲ عدد نکلتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو کسی بھی شے کے اعداد نکالکر دی ہوئی چند مثالوں کی روشنی میں تجربہ کر سکتے ہیں۔ پہلے دوہا ملاحظہ فرمائیں اور پھر چند مثالیں۔ نعیم میرٹھی

نام لو کسی بست کا اور کر دچوگنے داؤ ٭ دو ملا کر پنچ گن کر لو بیسیا بھاگ لگاؤ

باقی بچے کو نو گن کر لو دو اسمیں دو اور ملاؤ ٭ کہے کبیر سنو بھئی سادھو ہر شے سے نام محمدؐ پاؤ

ترجمہ: علم ابجد سے کسی بھی چیز کے عدد نکالیئے اور انکو ۴ سے ضرب دیجیئے۔ حاصل ضرب میں دو جمع کر کے پھر پانچ سے ضرب دیجیئے اس حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم کر دیجیئے جو باقی بچے اسے ۹ سے ضرب دیکر ۲ جمع کر دیجیئے۔ انشاءاللہ حاصل ۹۲ آئیگا جو نام محمدؐ کے عدد ہیں۔

چند مثالیں:۔

عرش ۵۷۰

ع ۷۰ ر ۲۰۰ ش ۳۰۰ = ۵۷۰
۵۷۰ ضرب ۴ = ۲۲۸۰
جمع ۲ = ۲۲۸۲
ضرب ۵ = ۱۱۴۱۰
۲۰ تقسیم ۱۱۴۱۰ ۔ ۱۰۰ ۔ ۱۴۱ ۔ ۱۴۰ ۔ ۱۰
ضرب ۹ = ۹۰
جمع ۲ = ۹۲

کائنات ۴۷۲

ک ۲۰ ا ۱ ن ۵۰ ا ۱ ت ۴۰۰ = ۴۷۲
۴۷۲ ضرب ۴ = ۱۸۸۸
جمع ۲ = ۱۸۹۰
ضرب ۵ = ۹۴۵۰
۲۰ تقسیم ۹۴۵۰ ۔ ۸۰ ۔ ۱۴۵ ۔ ۱۴۰ ۔ ۵۰ ۔ ۴۰ ۔ ۱۰
ضرب ۹ = ۹۰
جمع ۲ = ۹۲

ملائکہ ۹۵

م ۴۰ ل ۳۰ ا ۱ ک ۲۰ ہ ۵ = ۹۵
۹۵ ضرب ۴ = ۳۸۰
جمع ۲ = ۳۸۲
ضرب ۵ = ۱۹۱۰
۲۰ تقسیم ۱۹۱۰ ۔ ۱۸۰ ۔ ۱۱۰ ۔ ۱۰۰ ۔ ۱۰
ضرب ۹ = ۹۰
جمع ۲ = ۹۲

جنت ۴۵۳

ج ۳ ن ۵۰ ت ۴۰۰ = ۴۵۳
۴۵۳ ضرب ۴ = ۱۸۱۲
جمع ۲ = ۱۸۱۴
ضرب ۵ = ۹۰۷۰
۲۰ تقسیم ۹۰۷۰ ۔ ۸۰ ۔ ۱۰۷ ۔ ۱۰۰ ۔ ۶۰ ۔ ۱۰
ضرب ۹ = ۹۰
جمع ۲ = ۹۲

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سربراہِ مملکت

جناب اشفاق احمد خاں سابق سفیرِ پاکستان برائے ویتنام

تاریخِ انسانی کے اوراق ایسے انقلابی رہنماؤں قومی مصلحین اور مذہبی پیشواؤں کے حالات اور کارناموں سے مزین ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف تاریخ پر اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں بلکہ پوری نسلِ انسانی کے لئے ایسے راستے متعین کردیئے ہیں جو ابدالآباد تک ہدایت و رہنمائی کرتے رہیں گے۔ لیکن تاریخِ انسانی کسی ایسی شخصیت کی زندگی۔ کارناموں۔ حال و قال۔ نشست و برخاست، خلوت و جلوت، ذات وصفات ملت وخِلّت اور سیاست و سیادت کے باریک سے باریک گوشوں کو اپنے اندر نہیں سموتے ہوئے جس قدر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تاریخِ انسانی پر چھائی ہوئی ہے نہ ان کی زندگی اور شخصیت کا کوئی پہلو ایسا ہے جسے تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ نہ کرلیا ہو اور نہ ہی عام انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا ہے جس کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے آپ کی زندگی سے روشنی حاصل نہ ہوتی ہو۔ اس کے ساتھ ہی ہر داعیِ تحریک و بانیِ انقلاب کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان تمام مراحل سے گذرے اور ان تمام مشکلات کا سامنا کیا۔ جو ہر دور میں ایک نئی دعوت کے رہنما کو پیش آتی ہیں۔ آپ کے ساتھ سابق انبیاء کی طرح معاملات پیش نہیں آئے۔ کہ ان میں سے کسی ایک کو پہلے سلطنت عطا کی گئی اور بعد میں نبوت سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ یا کسی دوسرے انبیاء کی طرح سلطنت اور نبوت وراثت میں منتقل ہوئی۔ بلکہ آپ کے ساتھ ایک بالکل ہی منفرد قسم کا معاملہ ظاہر ہوا۔ ہر قبائلی معاشرے کی طرح عرب میں بھی وہی روایات پوری طرح کارفرما تھیں جن کی بنیاد پر کسی کو بڑا یا چھوٹا کہا جاسکتا تھا۔ قبیلے کی تعداد۔ کسی خاص مقام پر کسی قبیلے کا قیام۔ سرمایہ اور حصولِ زر کے ذرائع پر اختیار۔ باپ کی حیثیت کا وراثت میں منتقل ہونا۔ اور قبائل کے درمیان کسی قبیلے کا مذہبی حیثیت سے معتبر تصور کیا جانا یہ ایسی روایات تھیں۔ جن سے ٹکرائے بغیر یا جن کے درمیان سے راستہ بنائے بغیر کوئی قائدِ تحریک اپنی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرسکتا تھا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مراحل سے گذرنے اور مشکلات پر قابو پانے میں اپنی اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کا ہر موقع پر جو بہترین مظاہرہ کیا۔ تاریخ آج تک ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

تاریخی اعتبار سے ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

زندگی کی تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا دور ولادت سے اعلانِ نبوت تک۔ دوسرا دور اعلانِ نبوت سے ہجرت تک اور تیسرا دور ہجرت سے وفات تک۔ ان تینوں ادوار میں انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں اور انسانی سماج کا کوئی مرحلہ ایسا نہیں جس کے بارے میں آپ نے علمی اور عملی اقدام کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ وہ فصاحت زبان کا معاملہ ہو یا تنصیب حجر اسود کا مسئلہ۔ امانت داری کا مرحلہ ہو یا ایفائے عہد کا۔ غرض کہ ہر معاملے میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں آپ کے بعد کے ہر دور میں مصلحین اور انقلابیوں کے لئے ایک بہترین نمونہ نظر آئے گا۔ اس مختصر سے مضمون میں اس امر کی گنجائش نہیں کہ آپ کے پورے کردار کا احاطہ کیا جا سکے۔ اس لئے موضوع کی مناسبت سے ہم صرف آپ کے اس کردار کے بارے میں عرض کریں گے۔ جو ایک ریاست اور مملکت کے سربراہ کی حیثیت سے آپ نے ادا کیا۔ اس بات کی بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دور کے حالات کا بھی مختصراً جائزہ لے لیا جائے۔ جن سے نہ صرف عرب بلکہ اس کے اردگرد کے علاقے متاثر تھے۔

عرب ایک جزیرہ نما ہے جو ایشیا میں واقع ہے مگر اس کی حدیں افریقہ۔ ایشیا اور یورپ سے ملتی ہیں اس کے مغرب میں بحیرۂ احمر، جنوب میں بحیرہ عرب، مشرق میں خلیج فارس، خلیج عمان، اور شمال میں ایک بڑا ریگستان ہے۔ اس کے قدیم باشندوں کو مورخین نے تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک گروہ میں عاد اور ثمود کی قومیں شامل تھیں جو اسلام سے بہت پہلے تباہ و برباد ہو چکی تھیں۔ لیکن ان کی تہذیب کے اثرات اس دور کے عرب معاشرے میں بھی پائے جاتے تھے۔ دوسرے گروہ میں، بنو قحطان ہے جو ابتدا میں یمن میں مقیم تھے اور بعد میں اپنی تعداد میں اضافے کے ساتھ ساتھ سارے عرب میں پھیل گئے۔ ان کے معروف قبیلے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھے۔ اوس، خزرج اور غسان نمایاں تھے۔ تیسرا گروہ بنی اسماعیل کہلاتا ہے۔ یہ سب سے بعد میں اس علاقے میں آباد ہوئے اس نسل میں عدنان۔ نزار، مضر اور فہر چار اہم شخصیتیں گذری ہیں۔ جن کے نام پر چار بڑے قبیلے وجود میں آ گئے۔ بنی عدنان، بنی نزار، اور بنی مضر جزیرہ نمائے عرب کے تمام اہم مقامات میں پھیل گئے جبکہ بنی فہر جو قریش بھی کہلاتے تھے۔ مکّہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے۔ جبکہ اوس اور خزرج جو بنو قحطان سے تعلق رکھنے والے قبیلوں میں سب سے بڑے اور صاحب اثر تھے یثرب میں آباد ہوئے اور اس دور کے عرب میں قریش کے بعد سب سے طاقتور قبیلوں میں شمار ہوتے تھے۔

اس زمانے میں جزیرہ نمائے عرب کے قرب و جوار میں جن تہذیبوں نے بقاء و فنا کے راستے طے کئے اور حکومتیں قائم ہوئیں ان کا بھی مختصر جائزہ لینا بڑا ضروری ہے ان میں دو تہذیبوں کا تعلق عراق سے ایک کا ایران سے اور ایک قدیم قسطنطنیہ سے تھا۔ عراق سے متعلق ایک تہذیب کو بابلی تہذیب اور دوسری کو آشوری تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں تہذیبیں بہت حد تک ایک دوسرے سے مماثل تھیں۔ ایک تو ایک ہی علاقہ میں پروان چڑھنے کی وجہ سے اور دوسرے

ایک ہی نسل یعنی سامی نسل سے تعلق کی بنا پر دونوں تہذیبوں میں گہرا ربط اور یکسانیت پائی جاتی ہے یا اس تہذیب کی ترقی میں دو قبیلوں اموری اور کلدانی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں نہایت اہم کردار ادا کیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ تہذیب ان دو قبیلوں کے ساتھ ہی ابھری اور ساتھ ہی ختم ہوگئی۔ ان دونوں خاندانوں کا سب سے معروف حکمران حمورابی تھا جو اپنے عہد کا ایک بڑا فاتح اور عہد قدیم کا پہلا قانون ساز شخص سمجھا جاتا تھا۔ اس نے انتظام حکومت کے سلسلے میں بعض اصول وضع کئے جو بعد میں آنے والے ہر مطلق العنان حکمران کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے۔

بابلی اور آسوری تہذیبوں کے دوران قائم ہونے والی مختلف حکومتیں طاقت اور شخصی اقتدار کی بنیادوں پر بنی تھیں، جن میں بادشاہ مختار کل ہوتا تھا اور جس کی ذات غلطیوں سے مبرا اور تنقید سے بالاتر تھی۔ بابلی اور آسوری دونوں زمانوں میں بت پرستی مذہبی اعتقادات کی بنیاد تھی۔ ہر قبیلے کا اپنا دیوتا تھا۔ بلکہ ہر کام کے لئے ایک الگ دیوی یا دیوتا مقرر تھا۔ اور بادشاہ ان دیوتاؤں کا فرستادہ اور نائب سمجھا جاتا تھا۔ دیوی دیوتاؤں کے نام پر انسانی جانوں کی قربانی ان کا سب سے محبوب مشغلہ تھا۔

بابلی اور آشوری تہذیبوں اور اس علاقے کی حکومتوں کی تباہی کے بعد تہذیب و تمدن کا مرکز عراق سے ایران منتقل ہوگیا۔ اور آریائی نسل کے دو خاندانوں نے یہاں ان جیسی ہی بلکہ ان سے بھی کچھ ترقی یافتہ تہذیب کو پروان چڑھایا۔ ان میں سے ایک خاندان ہخامنش اور دوسرا ساسانی کے نام سے مشہور رہے۔ ہخامنش کا سب سے اہم بادشاہ سائرس اعظم کے نام سے موسوم ہے جبکہ ساسانی خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ خسرو یا نوشیرواں تھا۔ اسلامی حکومت کے قیام کے وقت اسی خاندان کا بادشاہ یزدگرد حکمران تھا جسے مسلمانوں نے شکست دے کر ایران کو اسلامی حکومت میں شامل کرلیا۔

ایرانی بادشاہت بابلی اور آسوری بادشاہتوں سے بھی زیادہ مطلق العنان اور منظم بادشاہت تھی جو صدیوں تک ایرانی عوام پر مسلط رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی عوام اسقدر شاہ پرست ہوگئے کہ ان کے نزدیک بادشاہ کے بغیر کسی حکومت کا تصور بھی محال تھا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ شاہ پرستی ایرانی عوام کے معاشرتی اور مذہبی اعتقادات کا حصہ بن گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی قلمرو میں شامل ہونے کے باوجود ایران میں خلافت کا وہ تصور جڑ نہ پکڑ سکا جو اسلام نے قائم کیا تھا۔

ایرانی بھی اپنی دونوں پیشرو تہذیبوں کی طرح بت پرستانہ تہذیب تھی۔ وہی دیومالائی کہانیاں اور دیوی دیوتاؤں کی نذر انسانی قربانی اور بادشاہ کا مذہبی تقدس و اختیار ایرانی تہذیب کی بھی خصوصیات تھیں۔ لیکن ایک ہزار سال قبل از مسیح ایک نئے تہذیب نے جنم لیا۔ اس کے بانی زرتشت تھے جو بعض روایات اور اپنی تعلیمات کی وجہ سے خدا کے پیغمبر سمجھے جاتے ہیں۔ ایران میں بہت جلد اس مذہب نے اپنا اثر قائم کرلیا۔ مگر ایران کے پڑوسی ملک توران کے بادشاہ ارجاسپ

نے اس کو سختی سے دبانے کی کوشش کی جس کے لئے
اس نے ایران پر چڑھائی کی اور زرتشت کو قتل کر دیا۔
زرتشت کے قتل کے بعد ان کے پیروں نے ان کی تعلیمات
کو ایسا غلط ملط کر دیا کہ خدا کی عبادت کی بجائے آتش
پرستی اور مختلف معبودوں کے وجود کے عقیدے اپنا لیئے۔
جزیرہ نمائے عرب کے مغرب میں صدیوں تک پھیلنے
پھولنے والی تہذیب وسلطنت بازنطینی تہذیب کے
نام سے مشہور ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد
کی تہذیب ہے اس لئے جلدی یہاں عیسائیت نے اپنے
قدم جمائے اس دور کا سب سے نامور حکمران ہرقل
اعظم کہلاتا ہے اس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا اور اس
کی حدود مصر شام اور یورپ کے بعض ممالک تک پھیل
گیئں۔ ان کے پاس اگرچہ الہامی کتاب انجیل موجود تھی
لیکن سابقہ تہذیبوں کی طرح اس میں بھی اسقدر رد و
بدل اور تحریف ہو گئی کہ اسکی اصل شکل مسخ ہو کر رہ گئی
اس دور کا نظام حکومت بھی شخصی اور موروثی بادشاہیت
تھا جس میں بادشاہ کو خدا کا نائب اور تمام اختیارات
کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ ظہور اسلام کے وقت اس
سلطنت کی سرحدیں عرب تک پھیلی ہوئی تھیں اور اسلام
کی نوزائیدہ مملکت کو سب سے زیادہ خطرہ بھی اسی سے
درپیش تھا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے
درمیان بار بار شدید جنگیں ہوئیں۔ مصر و شام پر اسلامی
اقتدار کا خاتمہ ہونے کے بعد اس سلطنت کا زور ٹوٹا مگر
بعد میں بھی لڑائیاں جاری رہیں۔

عرب اور اس کے چاروں طرف یہ حالات تھے
جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے انقلابی
نظام کی بنیاد ڈالی۔ جوں جوں لوگ اسلام کے انقلابی
نظام کی طرف مائل ہوتے گئے۔ سرداران عرب کے خودساختہ
اور ظالمانہ نظام معاشرت وسیاست میں دراڑیں پڑتی گئیں
جس سے گھبرا کر انہوں نے اس نئے دین کو ختم کرنے کے
لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے۔ بالآخر جب حضورؐ نے
یہ محسوس کر لیا کہ ایک طرف تو مکہ میں رہ کر انقلابی جدوجہد
کو جاری رکھنا دشوار سے دشوار ہوتا جارہا ہے اور دوسری
طرف یثرب میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد پیدا ہو چکی
ہے جکی مدد سے جدوجہد کو بہتر طور پر جاری رکھا جا
سکتا ہے اور ایک محفوظ مرکز حاصل کیا جا سکتا ہے تو آپ
نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ لیکر مکہ کو خیرباد کیا اور یثرب
کے لئے ہجرت کر گئے۔ یہی یثرب بعد میں مدینۃ النبی اور
مدینہ منورہ کہلایا۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کے نتیجے میں
جہاں اور بہت سے اہم معاملات پیش آئے۔ ان میں سب
سے اہم مسئلہ جزیرۂ نمائے عرب کو ایک ایسی مرکزی
حکومت کے تحت منظم و منضبط کرنا تھا۔ جس کے ذریعے
اسلام کے انقلابی اور سیاسی نظام کی تشکیل پا سکے۔
جو تمام سابقہ تہذیبوں اور نظاموں کے مقابلے میں
نہ صرف بہتر ہو بلکہ جسے عام لوگ بھی آسانی کے ساتھ
سمجھ سکیں، قبول کر سکیں اور اسے چلا سکیں۔

آج بھی ایک جدید ریاست کی فوری اور اہم ترجیحات
میں بیرونی جارحیت کی روک تھام اور اندرونی امن وامان
کا انتظام۔ ملک کے اندر معاشرے کے مختلف افراد کے
درمیان باہمی ربط وتعاون کا فروغ اور بین الاقوامی طور پر

دیگر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کا قیام شامل ہیں اور ان ترجیحات کے حصول کے بعد ہی معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی نظام کی شیرازہ بندی ممکن ہے بالکل یہی صورت حال آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل اس وقت پیش آئی تھی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم فرمائی۔ اسلامی ریاست کے قیام سے قبل اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو ہی مرکزیت حاصل تھی۔ جو ہر بانی تحریک اور دائمی تنظیم کو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن مدینہ آنے کے بعد ریاست کی سیاسی تشکیل کے مراحل کے پہلے دن ہی آپ کو ایک حیثیت بھی اور حاصل ہو گئی یعنی آپ اس اسلامی ریاست کے سربراہ بھی بن گئے اور اب آپ کے تمام تر اقدامات اور احکامات کو ریاستی قانون کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی۔ جبکہ اس سے پیشتر ان کی حیثیت صرف مذہبی فرائض اور خدائی ارشادات کی سی تھی۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے حضور نے سب سے پہلے ریاست کے اندرونی معاملات کو سلجھانے کے لئے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والوں جن کو مہاجر کہا گیا اور وہاں کے مقامی باشندوں کو جن کو انصار کا نام دیا گیا ایک بالکل انوکھے تجربے سے گزارا۔ یہ تجربہ مواخاۃ کہلاتا ہے اس کے ذریعے آپ نے ہر مہاجر کو ہر انصاری کا بھائی قرار دیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کی جائیداد بلکہ بیویوں تک کو ایک دوسرے کے لئے وقف کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اس عمل نے مملکت کے قدیم اور جدید شہریوں کے درمیان ایک ایسا مستقل رشتہ قائم کر دیا جو نوزائیدہ اسلامی ریاست کے استحکام میں بنیادی پتھر ثابت ہوا۔

مواخاۃ کا یہ رشتہ ریاست کے صرف ان ہی شہریوں کے درمیان قائم کیا جا سکتا تھا جو نئی دعوت کو قبول کر چکے تھے لیکن ریاست کی جغرافیائی حدود کے اندر ایسے متعدد قبیلے اور گروہ بھی آباد تھے جنہوں نے نئے نظام کو قبول نہ کیا تھا۔ اس لئے ان کے ساتھ یہی طرز عمل نہیں دہرایا جا سکتا تھا بلکہ اس کے لئے مختلف انداز فکر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبیلوں اور گروہوں کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ تحریر کیا جس کے ذریعے نئی ریاست اور ان قدیم شہریوں کے درمیان یکسر نئے رشتے قائم ہوتے ہیں۔ یہ معاہدہ ہر قبیلہ سے علیحدہ علیحدہ کیا گیا۔ لیکن اس کی دفعات تقریباً ایک ہی جیسی تھیں اور ان کا مقصد بھی ایک ہی تھا لیکن اس معاہدے کی تاریخی اور سماجی اہمیت اسقدر ہے کہ آج بھی اسے جدید اسلامی ریاست کے بنیادی قوانین کی حیثیت حاصل ہے۔ اس معاہدے کی اہم اور بنیادی دفعات یہ تھیں۔

۱۔ مدینہ ایک ریاست قرار دیا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سربراہ تسلیم کئے گئے۔

۲۔ مدینہ کی حدود کے اندر بسنے والے تمام قبائل جن میں مہاجرین وانصار اور یہودیوں کے قبیلے شامل تھے۔ مساوی شہری حقوق کے حامل ہوں گے۔

۳۔ ریاست کے اندرونی امن وامان کی ذمہ داری بھی تمام شہریوں پر یکساں عائد ہو گی۔ اگر ریاست میں قتل کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو تمام شہری اس کا

خون بہا مشترکہ طور پر ادا کریں گے

۴۔ ریاست کے تمام شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور کوئی فریق کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔

۵۔ اگر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان، یا صرف یہودیوں کے مابین کوئی جھگڑا ہو جائے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آخری ہوگا اور ہر فریق کے لئے واجب پابندی ہوگا۔

۶۔ مدینہ کی نوزائیدہ ریاست کے دفاع کے لئے طے کیا گیا کہ معاہدے کے کسی فریق کو بھی جنگ کا سامنا کرنا پڑا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

۷۔ اگر مدینہ پر کسی بیرونی طاقت نے حملہ کیا تو تمام شہری اس کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کریں گے

۸۔ اس معاہدے کا کوئی فریق مدینے کے اندر قریش کو امان نہیں دیگا۔

اس معاہدے نے نئی اسلامی ریاست کے لئے ایک سیاسی اور انتظامی ڈھانچہ فراہم کر دیا۔ جس نے آگے چل کر ایک ایسے سیاسی نظام کو جنم دیا جو نہ صرف اس دور کے سیاسی نظاموں سے قطعاً مختلف تھا بلکہ جس نے مستقبل کے زمانے میں بھی ایک ایسا نظام قائم کرنے کی بنیادیں فراہم کر دیں جو شہنشاہیت اور شخصی مطلق العنانی کے خاتمے کا سبب بن گئی۔ اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم مسلمانوں کے لئے واجب اتباع تھا۔ لیکن اسلامی ریاست کے سربراہ ہونے کی حیثیت میں حضور نے جو طرز حکومت اپنایا اس میں ریاست کے شہریوں کی شرکت کا نہ صرف اہتمام کیا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی اور معاشرے کے روزمرہ معاملات میں عوام کے مشوروں کو ضروری قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بتا کر کہ "وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ"، یعنی ان کے معاملات (یعنی عوام کے معاملات میں) ان سے مشورہ لیا کرو اپنے جانشینوں اور مسلمان حکمرانوں کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ مملکت کے معاملات میں عوام کو بغیر ہچکچاہٹ کے نہ صرف شریک کریں بلکہ ان کی اجتماعی رائے پر عمل کریں۔ یہاں تک کہ امیر کے انتخاب میں بھی طبقاتی تفاخر کو یہ کہہ کر باطل کر دیا کہ اگر کٹی ہوئی ناک والا ایک حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو اللہ کے احکامات کے مطابق حکم دے تو اس کی پیروی کرو۔ اور ایک موقع پر یہ فرما کر کہ اللہ تعالیٰ میری امت کی اکثریت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کریگا اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ مسلمان جب بھی اجتماعی اکثریت سے کوئی فیصلہ کریں گے تو وہ درست ہوگا۔ اسی طرح اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام شہریوں کے حقوق و فرائض متعین کر کے ایسے معاشرے کی بنیادیں رکھ دیں جن پر ایک منصفانہ اور پرامن عمارت تعمیر کی جا سکے۔ اس دور کے عرب معاشرے میں سب سے مظلوم طبقے غلاموں اور عورتوں کے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلامی کی لعنت کو ختم کرنے کیلئے تدریجی طریقہ کار اختیار کیا۔ غلاموں کے ساتھ مساوی سلوک کرنیکا حکم دے کر ان کو اسلامی معاشرے کا باعزت رکن بنا دیا پھر ان کو آزاد کرنے کے عمل کو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دے کر اسلامی معاشرے کو غلامی کی لعنت سے پاک کرنے کا ایک مثبت اقدام اٹھایا۔ جمعۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے فرمایا، غلاموں کے ساتھ برابر کا سلوک کرو، جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی انکو پہناؤ اور ان سے ان کی وسعت سے زیادہ کام نہ لو۔

عرب عورتوں کے معاملہ میں نہایت ظالم واقع ہوئے

تھے۔ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے اور عورتوں کو معاشرے میں کوئی مقام نہ دیتے تھے۔ حضور نے عورتوں کو وہ حقوق عطا کیے جو آج کے ترقی یافتہ معاشروں میں بھی بہت سے ممالک میں ان کو حاصل نہیں۔ آپ نے عورت کو اپنے باپ شوہر اور بیٹے کی جائداد میں حصہ دار بنا کر معاشرے کا قابلِ احترام رکن بنا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، تمہارے ان پر اور ان کے تم پر حقوق ہیں ان کو پوری طرح ادا کرو۔ عربوں میں ایک یہ رسم بھی تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی ماں کے علاوہ اپنے باپ کی ہر بیوی سے نکاح کر سکتا تھا۔ حضور نے اس رسم کو باطل قرار دیا بلکہ خون کے رشتوں میں حلال و حرام کی حدود قائم کرتے کے ساتھ ساتھ رضاعی رشتوں میں بھی یہ حد قائم کر دی۔

معاشرے سے طبقاتی اور گروہی امتیازات کو ختم کرنے کے لئے جو اقدامات آپ نے کئے انہوں نے آج عالمگیر صداقتوں کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو یاد رکھو تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ خدا نے ان تفاخر کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جو رنگ و نسل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ تمام انسان برابر ہیں کیونکہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔

ریاست کے ہر شہری کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی حکمرانوں کی سب سے اہم ذمہ داری قرار دیا۔ آپ نے فرمایا" ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہارے ناموس ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جس طرح حج کا دن، حج کا مہینہ اور شہر مکہ محترم ہیں۔

خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ابن ربیعہ کا خون معاف کرتا ہوں۔

عرب معاشرے میں جرم و سزا کا جو تصور صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔ اور اس دور کے دوسرے معاشروں میں بھی کارفرما تھا۔ اس کو بھی یکسر تبدیل کر دیا۔ آپ کے دور سے پہلے اگر کوئی شخص جرم کرتا تھا تو نہ صرف وہ خود خود: اس کا خاندان، قبیلہ بلکہ اس کے حلیف تک کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا تھا۔ اور اس طرح خون انسانی پانی کی طرح بہایا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو صرف مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے نہ بیٹے کے جرم کا باپ نہ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار ہے دور نبوی سے قبل دنیا صرف ایک ہی طرح کے سیاسی نظام سے واقف تھی وہ نظام آمریت اور شہنشاہیت تھا۔ جس میں حاکم کو خدا کا نائب سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے اسے مکمل اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت حاصل تھی۔ وہی تمام تر قوت و اقتدار کا سرچشمہ تھا۔ وہی مدعی اور وہی منصف بھی ہوتا۔ اسے لوگوں کی جان و مال پر بھی کامل اختیارات حاصل تھے۔ چونکہ وہ خود تمام قوانین سے بالاتر اور مستثنیٰ تھا۔ اس لئے وہ اپنے امرا اور ارباب حکومت کو بھی قوانین سے مستثنیٰ کرتے اور انہیں خصوصی رعایت دینے پر مجبور تھا۔ وہ خود قانون ساز اور اسے نافذ کرنے والا تھا۔ اس کا ہر عمل حرفِ آخر تھا۔ حقوق صرف بادشاہ کے تھے۔ باقی

سب کا کام اپنے فرائض ادا کرنا تھا۔ اس مطلق العنانی اور بلا قید حاکمیت کی وجہ سے ہر مملکت میں دو طبقے پیدا ہو گئے تھے۔ ایک حاکم تھا دوسرا محکوم۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر فیصلہ صرف تلوار کے ذریعے ہوتا تھا۔ جن ممالک میں ابھی تک بادشاہت نے واضح شکل اختیار نہ کی تھی وہاں قبائلی نظام اپنی تمام ترخوں آشامیوں کے ساتھ موجود تھا۔ ان حالات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام اختیار کیا کہ اس میں حاکم و محکوم کے حقوق اس قدر واضح کر دیئے کہ کسی کو دوسرے کے حق کو غصب کرنے یا رعاتیں لینے اور دینے کا اختیار نہ تھا۔ اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ اسلام کا انقلابی نظام ہر حالت میں سابقہ نظاموں سے افضل تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور ریاست کے عوام کی اجتماعی رائے، دو ایسی مضبوط تنظیمیں قائم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محفوظ جمہوری معاشرے کے قیام کی راہ ہموار کر دی تھی اور نہایت واضح طریقوں سے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ اسلام کا مزاج، بادشاہت یا شخصی حکمرانی سے لگا نہیں کھاتا۔ آپ نے اپنے ذاتی عمل سے ثابت کیا کہ اسلامی ریاست کے سربراہ کا فرض اولین لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرانا اور عدل و مساوات سے بھرپور معاشرہ قائم کرنا ہے۔ اور اس عمل سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ مقتدر اصحاب کرام کی موجودگی میں حضرت زید اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر کر کے آقا و غلام کے فرق کو یکسر مٹا دیا پھر قانون کے نفاذ میں مکمل برابری کا مظاہرہ اس طرح کیا کہ اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتیں تو ان کو بھی وہی سزا دی جاتی جو دوسروں کے لئے مقرر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سابقہ امتیں اسی لئے تباہ ہو گئیں کہ جب کوئی عام آدمی کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے سزا دی جاتی اور جب وہی جرم کوئی با اثر فرد کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس طرح حضور نے وہ سیاسی تنظیم قائم کی۔ جس کے اندر ہر ایک کے یکساں حقوق متعین فرمائیے اور ظلم و جور اور بے انصافی و عدم مساوات کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

شخصی حکومت یا بادشاہت میں فرمانروا ریاست کے تمام ذرائع پیداوار کا بلا شرکت غیر مالک ہوتا تھا اور وہ تمام دولت جو ان ذرائع سے حاصل ہوتی تھی اسکی ملکیت ہوتی تھی۔ جس میں سے وہ اپنے امراء درباریوں اور خلیفوں کو نوازتا تھا۔ اس طرح دولت کی غیر منصفانہ تقسیم سے عوام مختلف طبقات میں بٹ جاتے تھے۔ اور مذہبی رہنماؤں کی حرص وآز اور بادشاہ کی پشت پناہی کرنے کی وجہ سے لوگ اسے خدائی انتظام سمجھنے پر مجبور تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتکاز زر کو ممنوع قرار دیا اور اس عمل میں سب سے پہلے اپنی مثال قائم کی۔ سود حرام قرار دیا تو سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کیا۔ پھر جب اسلامی ریاست کو فتوحات حاصل ہوئیں اور غنیمت، خمس یا ہدیہ کی صورت میں جس قدر مال بھی آپ کے پاس آیا وہ آپ نے اپنے پاس نہیں رکھا۔ بلکہ اسے مستحقین میں تقسیم فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک بار فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ

کے برابر بھی سونا آئے گا میں اسے عام لوگوں میں تقسیم کر دوں گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول، رسول اللہ کے گھر میں تین تین دن چولہا نہ جلتا۔ کیوں کہ پکانے کو کچھ نہ ہوتا۔ صرف کھجوریں یا دودھ پر گزارا ہوتا تھا۔ نہ دروازے پر حاجب تھا نہ کوئی چوبدار۔ نہ زرق برق لباس نہ پرتکلف کھانے۔ نہ رقص و سرور کی محفلیں نہ خوشامدیوں پر انعام و اکرام کی بارشیں۔

اسلامی نظام کی معاشرتی اقدار کو اس طرح اجاگر کیا کہ جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے۔ مہمان کی عزت کرنے راست بازی اختیار کرے۔ باہمی محبت بڑھائے۔ خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بناؤ۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ کسی سے منہ نہ پھیرو۔ اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ تم میں سے کوئی مسلمان نہیں جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ مومن وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا خطرہ نہ ہو۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں کسی مومن کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ علیحدہ رہے۔ یعنی ناراض رہے۔ وہ شخص یقیناً بہتر ہے جو دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دے۔ معاہدوں کی پابندی کرو خواہ وہ مسلمان کے ساتھ ہوں یا غیر مسلموں کے۔ اگر کوئی مسلمان کسی معاہد کو قتل کرے گا۔ تو وہ بہشت کی خوشبو بھی سونگھنے نہ پائے گا۔ ایمان، تحمل اور فراخدلی کا نام ہے۔ جو شخص ظالم کو ظالم جانتے ہوئے اس کا ساتھ دے وہ اسلام سے نکل گیا۔ جو تاجر قیمتیں چڑھانے کے لئے مال روکے تو وہ ملعون ہے۔ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ جاگریں اور جائیدادیں نہ بناؤ نہ اس سے ناانصافی کا دروازہ کھلتا ہے۔ چار خصلتیں ایسی ہیں جو کسی شخص میں پائی جائیں تو وہ منافق ہے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جھگڑا کرے تو گالیاں بکنے لگے۔ اگر کسی میں ان چاروں میں سے ایک خصلت بھی موجود ہو تو اس میں منافقت کی علامت موجود ہے۔

انسان کے ہاتھوں انسان کے معاشی اور سماجی استحصال کے راستے یوں کہہ کر بند کر دیئے کہ۔ اے رسول لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ اپنی ضرورت سے زائد ہر چیز ایک اور جگہ یوں فرمایا کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ ان کو دردناک عذاب کی خبر دیدیں۔ قیامت کے دن اس دولت سے ان کی پیشانیاں اور پیٹھ داغی جائیں گی اور کہا جائیگا کہ وہ دولت ہے جو تم نے جمع کی تھی اب اس کا مزہ چکھو۔ پھر یہ کہ اگر کسی نے کسی کو اس کے جائز حق سے محروم کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ یا جس نے جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اقدار پر بذات خود اس طرح عمل کرکے دکھایا کہ یہ باتیں لوگوں کے

لئے ناقابل عمل نہ سمجھی جائیں۔

اسلامی ریاست کے بیرونی تعلقات کے معاملے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز عمل اختیار کیا۔ آج بھی اسی طرح قابل احترام اور قابل عمل ہے۔ آپ صلعم نے حتی الامکان جنگ سے گریز کیا۔ اور صلح کا راستہ اپنایا۔ مدینہ کے یہود قبائل کے ساتھ معاہدے سے لے کر صلح حدیبیہ تک آپ نے ہر مقام پر صلح کو جنگ پر فوقیت دی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایران، مصر حبشہ، بحرین، شام اور یمن کے حکمرانوں کو جو خطوط اور سفارتیں بھیجیں ان کا بنیادی مقصد صرف یہ تھا کہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستی اور تعاون پر مبنی تعلقات قائم کئے جائیں۔ اگرچہ ان خطوط اور سفارتوں کے ذریعے ان حکمرانوں کو اسلام کی دعوت سے متعارف کرانا اور انہیں اس نظام کا حصہ بنانا بھی ایک مقصد تھا۔ لیکن اس میں جبر کو کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ ان اقدامات کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف نظام زندگی رکھنے والے ممالک کے درمیان دوستی اور تعلقات کی داغ بیل ڈالنے کی کوشش کی تھی جسے آج ہم عالمی سفارتی اصطلاحات میں پر امن بقائے باہمی کا فلسفہ کہتے ہیں جن حکمرانوں نے اس دعوت کا مثبت اور معقول اثر قبول کیا ان سے اسلامی ریاست کے تعلقات بہتر بنیادوں پر استوار ہو گئے۔ اور اسلامی ریاست کی سرحدیں بعض اطراف سے بہت سے خطروں سے بھی محفوظ ہو گئیں۔ لیکن جن حکمرانوں نے معاندانہ طرز عمل کا مظاہرہ کیا حضور نے ان کے خلاف بھی اس وقت تک کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ نہیں کیا۔ جب تک انہوں نے اسلامی ریاست کے خلاف خود ہی جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا غرض کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے ایسی بنیادیں فراہم نہ کر دی ہوں جن پر ایک عظیم جمہوری اور فلاحی مملکت کی تعمیر نہ کی جاسکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حسد حیثیت کو صحیح طریقے سے سمجھا جائے۔ اور اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

جناب ضمیر اختر نقوی

اُردو شاعری اور نعت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

قصیدہ گوئی عرب وایران کی مخصوص صنف سخن ہے۔ دیگر اصناف کی طرح اردو کے شعراء نے یہ فن بھی انہیں سے لیا ہے اس کی خصوصیت جمال معنی وجلال لفظی ہے مبالغہ اس کا عنصر غالب ہے مدح سرائی کے جوش میں شاعر اور دنیاوی انعام واکرام کی تمنا میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے اور اکثر اس کا کلام حقیقت سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور مدحت بیجا ہرزہ سرائی ریا وہ گوئی محسوس ہونے لگتی ہے لیکن جب یہی مبالغہ مذہبی جذبے کے ماتحت اور عقیدت مندی کی بنا پر کیا جاتا ہے تو وہ ساری سرحدوں کو بھی پار کر کے نہ قابلِ اعتراض ہوتا ہے اور نہ لائق گرفت اس لئے کہ عقیدت ومذہب کی نظر میں ممدوحین کی صفات حمیدہ حدودِ مبالغہ سے بھی بالاتر، بلند تر اور برگزیدہ تر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو قصائد رسولؐ مقبول اور ان کی آل اطہارؑ کی مدح میں کہے جاتے ہیں ہر صاحب فہم کی نظر میں اس عیب سے پاک ہیں اور آج جب کہ شہنشاہی وجاگیرداری دور اس زمانے میں باقی نہیں زیادہ تر شعراء انہیں عظیم ہستیوں کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں جو دین کی صحیح رہبر اور نجات آخروی کی ضامن ہیں؛

مدحِ محمدؐ وآلِ محمدؐ میں قصیدہ نگاری کی روایت اتنی پرانی ہے جتنے یہ حضرات کرام یعنی ختمی مرتبتؐ کے اعلان نبوت کے بعد سے ہجرت تک ایسا دور تھا جب قریش اور غیر آنحضرتؐ کے دشمن اور مخالف تھے، مگر جن بزرگوں کو آنحضرت سے محبت وعقیدت تھی وہ اس زمانے میں اپنے جذبات سے متاثر ہو کر حضورؐ کی شان میں قصیدے لکھتے چنانچہ مدح حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے پہلے شاعر کے کلام میں جو محفوظ رہ گیا ہے وہ قصیدہ ملتا ہے جسے "دیوان ابو طالبؑ" میں آج بھی دیکھا جا سکتا ہے گویا حضرت ابو طالب علیہ السلام پہلے شاعر ہیں جنہوں نے آنحضرت کی شان اقدس میں ایک طویل قصیدہ لکھا قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

خلیلی ماأذنی لأوّل عاذلِ
بصغوی فی حقٍ ولا عِندَ باطلِ؛

اس کے علاوہ بھی آپ نے مدح رسالت مآبؐ میں قصیدے لکھے جو دیوان اور ادب کی کتابوں میں موجود ہیں، حضرت ابو طالبؑ کے بعد آپ کے فرزند حضرت علی مرتضیٰؓ نے مدح نبیؐ میں اشعار تحریر کئے۔ خلیفہ محمد حسین مرحوم پٹیالہ کی فرمائش پر ۳۰ نومبر ۱۸۸۶ء کو خواجہ الطاف حسین حالی نے حضرت علیؓ کے چند اشعار کا منظوم ترجمہ فرمایا تھا جو ہجرت سے متعلق ہیں ہم "نقوش"، لاہور کے حوالے سے ترجمہ نقل کر رہے ہیں:

رسول مظہر کہ ہے اس سے کمتر — زمین پر خدا کی، جو ہے چلنے والا

پھرے گرد کعبے کے جو، یا پھریں گے — وہ قدر و بزرگی میں ہے سب سے بالا
مخالف ہوئے اس کے اعدا تو میں نے — سپر بن کے خود شر اعدا کو ٹالا
بچایا اُسے مکر اعداء سے حق نے — وہ جو سب پہ ہے لطف و احسان والا
خدا خود رہا غار میں اس کا ایمن — کہ پردہ تھا اس نے سب آنکھوں پہ ڈالا
ہوئے تین دن جب تو اس حد سے باہر — سواروں نے ناقوں کو اپنے نکالا
وہ ناقے جنہوں نے کہ پیروں سے اپنے — گئے جس زمین پر اسے پیس ڈالا
میں اعدا کی ایذا کا تھا منتظر واں — نہ بیڑی ہی تھی شاق مجھ پر نہ بھالا
غرض اس سے تائید حق تھی اور اب بھی — یہی دھن ہے تا وصلِ ایزد تعالیٰ

ان کے بعد اور شعرائے عرب نے نعتیہ قصیدے کہے، فرزدق، بحتری، جریر، دعبل، ابوتمام متنبی، سید رضی، ابونواس کے دیوان مدح رسول ﷺ و آل رسول ﷺ سے بھرے ہوئے ہیں۔ فارسی شعراء بھی اس میدان میں شعرائے عرب سے پیچھے نہیں رہے۔

سعدی :- سعدی (متوفی ۶۹۱ھ) کے یہ اشعار زبان زد ہیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ — کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ — صلوا علیہ و آلہ

ہندوستان کے فارسی شعراء میں امیر خسرو اور فیضی نے بڑے زور دار نعتیہ قصیدے کہے۔

فیضی : فیضی (متوفی ۱۰۰۴ھ) اکبر کا مقرب خاص اس کا ایک ہی شعر بہت سے دیوانوں اور کلیات پر بھاری ہے کہتا ہے :-

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم — بے سایہ و سائبانِ عالم

اِن چند سادہ سے الفاظ میں جو اثر جذبہ عشق اور بے پناہ ارادت اور ساتھ ہی ساتھ حقائق و معارف کا جو بحر بیکراں موجیں مار رہا ہے اس کا جواب مشکل ہے۔

اردو میں بھی قطب شاہ، ولی، سودا، میر، مصحفی، انشا وغیرہ نے مدح رسول ﷺ میں بڑے زوردار قصیدے لکھے ان میں سودا کا نام سرفہرست ہے اور ان کے قصائد میں وہی قصائد منتخب قرار پائے جو مدح رسول ﷺ و آلِ رسول ﷺ میں ہیں۔ میر تقی میر نے مدح رسول ﷺ میں جو قصائد لکھے ہیں اور ان کے اور قصائد سے زیادہ زوردار ہیں۔

میر تقی میر :- (متوفی ۱۲۲۵ھ)

میر تقی میر بارگاہِ ختمی مرتبت ﷺ میں سراپا جوش و صداقت بن کر کہتے ہیں۔

لطف ترا عام ہے کرم رحمت — ہے کرم سے ترے چشم مکرمت

مجرم عاجز ہوں کر ٹک تقویت — تو ہے صاحب تجھ سے ہے یہ مسئلت
رحمتہ العالمین یا رسولؐ — ہم شفیع المذنبین یا رسولؐ
نیک و بد تیرے ثنا خواں ہم — لطف تیرا آرزو بخش امم
رحمتہ العالمین یا رسولؐ — ہم شفیع المذنبین یا رسولؐ
سبز بر پا ہو گا جب ترا نشاں — آفتاب حشر میں بہر اماں
ہووینگی انواع خلقت جمع واں — کیوں نہ ہو سائے میں اُسکے دو جہاں
رحمتہ العالمین یا رسولؐ — ہم شفیع المذنبین یا رسولؐ

غلام ہمدانی مصحفیؔ :۔ (متوفی ۱۸۲۴ء)

چمن میں اس کی رسالت کا آئے ہے جب ذکر — علم کرے ہے شہادت کی شاخسار انگشت
کرے جو وصف میں اس تاج انبیا کے رقم — قلم کی جوں نئے نرگس ہو تا جدار انگشت

نظیر اکبر آبادی :۔ (متوفی ۱۸۳۰ء)

تم ظہور اولیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰؐ — تم دم جاں آفریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰؐ
وجہ قرآن مبیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰؐ — زینت خلد بریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰؐ
آپ کے نقش قدم سے جو مشرف ہو زمیں — دیکھتا ہے اس کی رفعت رات دن عرش بریں
راز تو خلقت کے تم پر ہی کھلے ہیں شاہ دیں — اور جو کچھ کہ ہیں اسرار رب العالمین
سب کے تم برحق امیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰؐ
مخبر صادق ہو تم اور حضرت خیر الوریٰ — سرور ہر دو سرا اور شافع روز جزا
ہے تمہاری ذات والا منبع لطف و عطا — کیا نظیر اک اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰؐ

میر حسن :۔ (متوفی ۱۲۰۱ھ)

نبیؐ کون یعنی رسولؐ کریم — نبوت کے دریا کا درِ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب — یہ علم لدنی کھلا دل پہ سب
کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے — بنایا نبوت کا حقدار اُسے
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں — ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں
نبوت جو کی حق نے اس پر تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانام

ذوقؔ (متوفی ۱۲۰۴ سنہ ہجری)

ہوا احمدِ خدا میں جو مصروف رقم میرا — الٹ الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

رہے نام محمدؐ لب پہ یارب اوّل و آخر — الٹ جائے بوقت نزع جب میں دم میرا

محبت اہلِ بیت مصطفےٰ کی نورِ برحق ہے — کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیل حرم میرا

کہیں شاہِ نجفؑ کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا — کہ ہے دُرِّ نجف ہو کر چمکتا دیدۂ نم میرا

رہے گا دانہ افشاں مزرع امید بخشش میں — غمِ آلِ نبیؐ سے دانہ ہر اک اشکِ نم میرا

میر انیسؔ (متوفی ۱۸۷۴ء)

فخرِ ملک و اشرفِ آدم ہے محمدؐ — اکلیلِ سرِ عرشِ معظم ہے محمدؐ

حقا کہ خداوندِ دو عالم ہے محمدؐ — آخر ہے مگر سب سے مقدم ہے محمدؐ

ایسا کوئی محرم نہیں اسرارِ احد کا — حال اس سے ہے پوشیدہ ازل کا نہ ابد کا

مختارِ زمین باعثِ افلاک نبیؐ ہے — والا گہر قلزم لولاک نبیؐ ہے

مصباحِ حریم حرم پاک نبیؐ ہے — شیرازۂ مجموعۂ ادراک نبیؐ ہے

عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوئے خدا تھا — حق اس کا رضا جو وہ رضا جوئے خدا تھا

آدم ہے وجودِ شہِ لولاک سے آدمؑ — عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم

سر رشتۂ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم — تو ہوتے نہ اضداد عناصر کبھی باہم

کیا کیا کہوں کیا کیا ہے عنایاتِ محمدؐ — ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

حسرتؔ موہانی (متوفی ۱۹۵۱ء)

پھر یاد جو آئی ہے مدینے کی بلانے — کیا یاد کیا پھر مجھے شاہِ دوسرا نے

ایسا ہے تو پھر فکر ہے کیا زادِ سفر کی — کیا غیب کے کھل جائیں گے مجھ پر نہ خزانے

میں غلبۂ اعداد سے ڈرا ہوں نہ ڈرونگا — یہ حوصلہ بخشا ہے مجھے شیرِ خداؑ نے

تھا شب کو جو میں حاضرِ دربارِ محمدؐ — چھوڑا ہے اثر دل پہ عجب اس کی فضا نے

حسرتؔ مجھے اس جانِ جہاں سے ہے تعلق — سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے

شاد عظیم آبادی (متوفی ۱۹۲۹ء)

لکھتا ہوں وصف زلفِ شہنشاہِ کائنات
خامہ جو مشک کا ہو تو نافہ کی ہو دوات

حتیٰ کہ اس کے آگے شب بھی ہے مات
شاہد کہ پھیل کر یہی معراج کی تھی رات

قدرت عیاں ہر اک گرہ بے بدل سے ہے
رشتہ اسی کے سائے کو شامِ ازل سے ہے

صفی لکھنوی

گہہ سوئے علیؑ گاہ نظر سوئے محمدؐ
ہے روئے علیؓ آئینۂ روئے محمدؐ

کرتی ہے فلک پہ مہِ کامل کو دو پارا
اعجاز نما نرگسِ جادوئے محمدؐ

ہے منزلِ توسین اک ادنیٰ سا نمونہ
دیکھو شرف گوشۂ ابروئے محمدؐ

سایہ سے کیا جب قدِ دلجو نے کنارا
بل کھا کے بنا حلقۂ گیسوئے محمدؐ

ہو مہرِ درخشاں کی نگاہوں کو چکاچوند
دیکھے جو اگر آئینۂ زانوئے محمدؐ

ہم پلہ کونین گرانقدریٔ سبطین
جھکتا نہیں شاہین ترازوئے محمدؐ

مرحب کو پچھاڑا درِ خیبر کو اکھاڑا
اے صلِّ علیٰ قوتِ بازوئے محمدؐ

آشوبِ قیامت سے صفی ہم کو خطر کیا
ہے پیشِ نظر قامتِ دلجوئے محمدؐ

عزیز لکھنوی (متوفی ۱۹۳۵ء)

بزمِ توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا

جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے
سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا

بچشم و مژگان سے لکھے اتنے ہزاروں دفتر
جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

شورِ تکبیر سے صحرائے عرب کانپ اٹھا
اس جلالت سے سوئے اہلِ تہامہ آیا

کپکپی جسم میں دِل منزلِ اجلالِ خدا!
لے کے یوں کوہِ حرا سے کوئی نامہ آیا

مومن

اگر کہے مددے یا محمدؐ عربی
صغیرِ مرگ ہو رستم کو نعرۂ لاکوس
مخالفوں کو تیرے دو جہاں جہنم ہے
کہ تاب ٹھہرے جلتے رہے ہیں یاں بھی مجوس
نہ جیسکے دھیاں ہیں مضمونِ قابِ قوسین آئے
وہ دیکھے لے تیرے زین کمان کا قربوس

داغ دہلوی

یارب ہے بخشش دینا بندے کو کام تیرا
محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا
یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کو
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا
احمد رسول تیرا مصحف کلام تیرا

امیر مینائی

جنت ہے درِ خسرو ذی شان میرے آگے
کہہ دے کہ نہ ے گردوں کی رضوان میرے آگے
پہنچا ہوں جو اس در پہ تو پائی ہے یہ شوکت
دارا کو نہیں رتبہ دربان میرے آگے
شاہی ہے مجھے کوچۂ حضرت کی گدائی
کیا مال ہے گنجینۂ سلطان میرے آگے

اکبر الٰہ آبادی

دُرفشانی نے تیرے قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

بہادر شاہ ظفر

موکب تیرا ملک و مرکب تیرا براق
مولد تیرا ہے مکہ و معبد تیرا حرم
رنگِ ظہور سے تیرے گلشن رُخِ حدوث
نورِ وجود سے تیرے روشن دلِ قدم
واللیل تیرے گیسوئے مسکیں کی ہے ثناء
والشمس ہے تیرے رُخِ پر نور کی قسم

سودا

نہ ہونے سے جدا سائے کے اس قامت سے پیدا ہے
قیامت ہوئے گا دل چسپ وہ محبوب سبحانی
رہے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہو دے
بجا ہے کہتے ایسے کو اگر اب یوسفِ ثانی
جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد
جو معنی اس میں ہیں بیشک وہ ہیں معنیٔ ربانی

محسن کاکوروی

گلِ خوش رنگ رسولِ مدنی و عربی
زیبِ دامانِ ابد طرۂ دستارِ ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل

مولانا ظفر علیخاں

رونق عرب کی ہوئی شانِ احمدؐ
تو زینت عجم کی ہوئی آنِ احمدؐ
ارسطو کی حکمت ہے یثرب کی لونڈی
افلاطون سے طفلِ دبستانِ احمدؐ

علامہ اقبالؒ

نگاہِ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھاکر
وہ بزمِ یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر
بہارِ جنت کو کھینچ لایا تھا ہمیں مدینہ سے آج رضوان
مزارِ مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر
تیری جدائی میں خاک ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دربارِ یثرب میں آ ہی پہنچی ہوا کی موجوں میں مل ملا کر
رکی ہوئی کام آ ہی جاتی ہے جنسِ عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اسے پوچھتا پھرے ہے درِ شفاعت دکھا دکھا کر
خیالِ راہِ عدم سے اقبال تیرے در پہ ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے صلہ میری نعت کا عطا کر

حضرت جوش ملیح آبادی

تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسمِ وروہِ ستم گری
بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشکِ خضر بنا دیا
رہزنوں کو دی ندا بن گئے شمعِ رہبری
چشمہ تیرے بیان کا غارِ حرا کی خامشی
نغمہ تیرے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری
زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالؓ حق نواز
صاعقہ تیرے ابر کا لرزشِ روحِ بوذری

سرکشن پرشاد بہادر شاد

نعت خوانِ سرورِ کون و مکاں ہوتا ہوں میں
دیکھنا روح الامین سے ہم زباں ہوتا ہوں میں
رات دن جس آستاں پہ ہیں ملائک سجدہ ریز
بارہا اوجِ تخیل سے وہاں ہوتا ہوں میں
اے وفورِ شوق و فرطِ بےخودی ٹھہر ذرا
بندگی سے سجدہ ریزِ آستاں ہوتا ہوں میں

عرش ملسیانی

حاملِ جلوۂ ازل پیکرِ نورِ ذات تو
شانِ پیمبری سے ہے سرورِ کائنات تو
فیضِ عجم سے تیرے قلب و نظر کی وسعتیں
مومنِ حق پرست کا حوصلۂ نجات تو
تیرے عمل کے درس سے گرم ہے خونِ بشر
حسنِ نمودِ زندگی رنگِ رخِ حیات تو

بہزاد لکھنوی

عالم کے شہرِیار بنائے گئے ہیں آپ
کونین کا وقار بنائے گئے ہیں آپ
کیونکر اٹھے نہ سب کی نظر آپ کی طرف
ہر قلب کا قرار بنائے گئے ہیں آپ
وہ شرع کا چمن ہو کہ گلشن ہو خضر کا
ہر رنگ کی بہار بنائے گئے ہیں آپ

مولانا ماہر القادری

بہار اور حرم کی بہار کیا کہنا
نزولِ رحمتِ پروردگار کیا کہنا
قدم قدم پہ ہدایت روش روش پہ نجات
نفس نفس کرم بے شمار کیا کہنا
کثافتیں ہیں کہ سب دور ہوئی جاتی ہیں
رہِ حجاز کی گرد و غبار کیا کہنا

لالہ چندی پرشاد شیدا

کر دیا اک نور سے معمور ایوانِ عرب
آتشِ خاموش تھی زیرِ دامانِ عرب
کون تھا وہ شمعِ دل افروز و مسیحانِ عرب
ہوگئی جس کی تجلی سے فزوں شانِ عرب
آفتابِ معرفت سے ملک روشن ہوگیا
ذرہ ذرہ نور سے وادیٔ ایمن ہوگیا

پرکاش ناتھ پرویز

دل و جان کیوں نہ ہوں مرہونِ منت
دل و جان پر ہے اکرامِ محمدؐ
فرازِ زندگانی کا ہے زینہ
جسے کہتے ہیں الہامِ محمدؐ
محمد روحِ انوارِ دو عالمؐ
محمد ہست سردارِ دو عالمؐ

محترمہ رام پیاری

دل سے تم عزتِ محمدؐ کی کرو اے ہندو!
غور ایک انسان کی تعلیمِ الفت پہ کرو
جن کے دل میں عزت و عظمت محمد کی نہیں
کر نہیں سکتے بزرگوں کی وہ عزت بالیقین
ہندو و مسلم کو یکساں یہ میرا پیغام ہے
غور سے دونوں پڑھیں دانائی اسکا نام ہے

جگن ناتھ آزاد

سلام اس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطانی
ابھی زیرِ قدم جس کے شکوہ و شانِ خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیرِ گنبدِ خضرا
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا
سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودانی کا
سلام آزاد کا آزاد کی رنگین بیانی کا

ستیہ پال اختر رضوانی

از خاکِ عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
یاں صاحب الطاف وکرم مانتے ہیں
ہم پردہ نشیں بھی ہیں تیرے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہلِ حرم مانتے ہیں

تلوک چند محروم

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک بشیر جس کا ہے سینہ صاف کینے سے
انہی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم میں
شمیم جانفزا لاتی ہے مکے اور مدینے سے

شیش چند سکسینہ طالب

کیا درسِ مساوات دیا نوعِ بشر کو
اترے گا نہ کبھی سر سے احسانِ محمدؐ
معراج کی شب کون ہے مہمان خدا کا
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ محمدؐ

آنسہ عفیفہ صوفیہ
طالبہ ایم اے اسلامیات
کراچی یونیورسٹی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک مثالی شوہر

زوجیت ایک تکوینی قانون ہے، کائنات کا پورا نظام اسی اصول پر قائم ہے اور کائنات کی سب سے افضل و اشرف مخلوق انسانوں کے درمیان بھی یہ ایک طبعی اور معاشرتی رشتہ ہے نوع کی حیثیت سے انسان کا وجود اور اسکی بقا اسی نظام پر موقوف ہے۔ ایک فرد کے طور پر تو انسان اس رشتے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن نسل انسانی کا باقی رہنا اسی رشتۂ زوجیت کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے انسان اپنی طبعی اور معاشرتی ضرورت کی بنیاد پر رشتہ زوجیت قائم رکھنے پر مجبور ہے۔ اسی لیے اس رشتے اور تعلق کو ہر مذہب اور عقیدے نے اہم سمجھا ہے۔ مسیحی تہذیب میں بھی اسکی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ خود شادی کی اور نہ انکی والدہ محترمہ حضرت مریم نے، مگر پھر بھی انسانی نسل کی بقاء کے لئے مسیحی تعلیمات میں زوجیت کے رشتہ کو مستحکم رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

اسلام نے ازدواجی تعلق کے قیام کو انسانی زندگی کی تنظیم اور معاشرتی استحکام کے علاوہ اسکو ایک دینی ضرورت بھی بتایا ہے شادی کو نصف ایمان اور رسول اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دیا ہے جس کو انجام دینا باعث اجر و ثواب ہے۔

رسول اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ شادی کرنا میرا قائم کیا ہوا طریقہ ہے جس نے اس سنت سے منہ پھیرا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، یعنی جو شادی کو برا جان کر کسی شرعی عذر کے بغیر اس سے اعتراض کرے وہ میرے طریقہ کو چھوڑتا ہے۔

پھر اس رشتہ اور عقد و نکاح کا مقصد صرف اس رشتہ کو قائم کرنا ہی نہیں بلکہ اسکو باقی رکھنے کے لئے اور اس کے حقوق ادا کرنے میں بھی مسلمانوں کو رسول اللہ ؐ کے طریقہ اور آپکے حسن معاشرت کی پیروی کرنی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے، تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرنے اور میں اپنے اہل کے ساتھ تم سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔ رسول اللہ نے کئی شادیاں کیں۔ روایات کے مطابق آپ کی ازدواج مطہرات کی تعداد نو، گیارہ، تیرہ، پندرہ تھی۔ سب سے پہلی شادی حضرت خدیجہ طاہرہ سے ہوئی۔

جو عرب کی ایک مالدار تاجر بیوہ تھیں۔ اور اس وقت انکی عمر چالیس سال تھی اور آپ کی عمر شریف پچیس سال، آپ نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی، آپ کو ان سے بہت محبت تھی، آپ نے انکی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے اس وقت میرا ساتھ دیا جب اپنوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور ان سے میری اولاد ہوئی۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے چند ماہ بعد اور ہجرت سے تین سال پہلے آپ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی اس وقت انکی عمر پچاس سال تھی اور حضرت سودہ بھی بیوہ خاتون تھیں۔ آپ نے آنحضرتؐ کے ساتھ تیرہ سال گذرے۔

اس کے بعد آپ نے تیسری شادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کی جو حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ ساتویں پشت میں اُن کا نسب رسول اکرمؐ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔

آپکی شادی ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی رخصتی ہجرت کے پہلے سال، یہ حضرت عائشہ کی پہلی شادی تھی۔ آپ کی چوتھی بیوی حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ بن خطاب قریشیہ تھیں آپ بھی بیوہ تھیں اور حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے چند ماہ بعد ۳ھ میں حضور کی زوجیت میں آئیں۔ اسکے بعد رسول اکرمؐ نے خزیمہؓ (جنکا لقب ام المساکین ہے) سے شادی کی اس وقت انکی عمر تیس سال تھی، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد یہ آپ کی چوتھی زوجہ مطہرہ تھیں شادی کے بعد صرف تین ماہ زندہ رہیں۔

پھر آپ نے حضرت ام سلمہؓ بنت ابوامیہ سے شادی کی یہ بھی ایک قریشی بیوہ خاتون تھیں۔ ۴ھ میں آپ نے آنحضرت سے شادی کی تقریباً سات سال آنحضرت کے ساتھ گذارے، حضرت زینبؓ بنت جحش بھی قریشی خاتون تھیں۔ ۵ھ میں حضورؐ سے آپکی شادی ہوتی یہ بھی بیوہ تھیں اور شادی کے وقت اڑتالیس سال کی تھی۔ آپ نے چھ سال کا عرصہ حضورؐ کے ساتھ گذرا، حضرت جویریہ بنت حارث جنگی قیدی کی حیثیت سے آئیں تھیں حضورؐ نے آپ کو آزاد فرمایا اور ۵ھ میں آپ سے شادی کرلی۔ شادی کے وقت انکی عمر بیس سال تھی چھ سال آنحضرت کے ساتھ رہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ آپ کے پہلے شوہر مرتد ہو گئے تھے۔ ۶ھ میں چھتیس سال کی عمر میں آپکی رسول اکرمؐ سے شادی ہوئی۔ جب آپکی عمر اٹھاون برس تھی۔ حضور کی خدمت میں پانچ سال کا عرصہ گذرا، حضرت ماریہؓ قبطیہ بنت شمعون کا تعلق مصر کے قبطی قبیلہ سے تھا۔ یہ رسولؐ کی کنیز تھیں۔ جن کو مصر کے گورنر نے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

آپ نے ۸ھ میں ان سے شادی کرلی ان سے رسول اکرمؐ کے ایک صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جنکا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا، ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بعد صرف انہی سے رسول اکرمؐ کی اولاد ہوئی۔ حضرت حفصہؓ بنت حی بن اخطب اسرائیلی عرب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ پہلے شوہر سے انکو طلاق ہوگئی تھی۔ اور دوسرے شوہر کا انتقال، یہ جنگی قیدی بنکر آئیں اور ۷ھ میں اسلام قبول کیا اور حضور سے شادی کی پانچ سال کا عرصہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں گذرا۔ حضرت میمونہؓ بنت حارث سے حضور کی شادی ذلیعقد ۷ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپکی عمر چھبیس سال تھی اور حضور کی عمر شریف انسٹھ سال چار سال حضور کی خدمت میں رہیں حضرت ریحانہ بنت عمرو بن حنفیہؓ بھی

عرب خاتون تھیں جنگی قیدی تھیں اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہوئیں۔ اور سنہ ۷ھ میں حضور کے ساتھ نکاح میں آئیں۔

رسول اللہ کی دو اور ازواج مطہرات حضرت عمیرہ بنت یزید الکلبیہ اور حضرت اسماء بنت نعمان الکندیہ تھیں ان کے متعلق دو روایات بیان کی جاتی ہیں کہ ان دونوں کا انتقال رخصتی سے پہلے ہو گیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تھا اور دوسری کو رسول اکرم ؐ نے انکی رخصتی سے پہلے ہی طلاق دیدی تھی۔ رسول اکرم کی یہ تمام ازواج مطہرات مختلف خاندانوں مختلف قبیلوں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھتی تھیں اور مختلف رسم و رواج سے مانوس تھیں۔ ان کے درمیان آپ نے ایک شوہر کی حیثیت سے اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو جس نظم و ضبط اور اعتدال کے ساتھ پورا کیا وہ حسنِ معاشرت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ قدرتی طور پر ہر بیوی کی خواہش ہوتی ہے کہ اسکا شوہر صرف اسکا ہو کر رہے اور اسکے علاوہ اور کسی عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے لیکن آپ نے ان کے ساتھ یکساں سلوک کر کے مساوات اور حسنِ معاشرت کی وہ مثال قائم کی جسکا جواب تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔ کبھی کسی زوجہ کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک شادی ہی کو بہتر قرار دیا۔ اس لئے کہ ایک عام آدمی ایک سے زائد بیویوں کے درمیان مساوات قائم نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اگر کوئی شخص عزم و اعتماد کے ساتھ ان کے پورے حقوق ادا کر سکتا ہے اور ان میں عدل و مساوات قائم رکھ سکتا ہے تو وہ ضرورت اور حالات کے تحت بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کو ایک ساتھ رکھ سکتا ہے۔ لیکن رسول اکرم ؐ کی یہ خصوصیت تھی اللہ تعالیٰ نے دینی مصلحتوں کی بناء پر آپ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی اور ایک موقع پر خود اللہ تعالیٰ نے ایک خاتون کو وحی کے ذریعے آپ کی زوجیت میں دیا۔ سورۂ احزاب میں اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

ترجمہ: ہاں تم نے ایک ایسے شخص سے جس پر اللہ کا انعام اور تمہارا احسان ہو چکا تھا اور کہا تھا کہ قائم رکھو اپنی بیوی (رشتہ نکاح) کو اور اللہ سے ڈرو۔ اور وہ بات تم نے اپنے دل میں چھپائے رکھی جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہی تھا، پھر جب زید نے اپنا معاملہ چکا لیا تو ہم نے اس کا عقد (نکاح) تم سے کر دیا۔

جس وقت یہ آیات مبارکہ نازل ہوئی اس وقت آنحضرت ؐ کے نکاح میں چار بیویاں موجود تھیں۔ حضرت سودہ رضؓ، حضرت عائشہ رضؓ، حضرت حفصہ رضؓ، اور حضرت ام سلمہ رضؓ یہ پانچواں عقد اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ہی منعقد کیا تھا اور پھر اسکی مزید وضاحت فرمائی کہ۔ ترجمہ: پیغمبر کے لئے اس کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے جسے اللہ نے اس پر فرض کر دیا ہے۔

وفات کے چار سال پہلے سنہ ۷ھ میں جب آپ کی پندرہ شادیاں (بشمول مطلقات) ہو چکیں تو آپ کو مزید شادیاں کرنے سے روک دیا گیا اور سورہ احزاب کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ: اب اس کے بعد مزید عورتوں سے شادی کرنا تمہارے لئے جائز نہیں نہ ان کو بدل کر دوسری بیویاں کرنا۔ خواہ ان کا حسن تمہیں پسند آئے۔ البتہ وہ تمہارے داہنے ہاتھ کی ملک میں آئے یعنی بطور کنیز آپ کی ملکیت میں آئے) اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے

اس وحی مبارکہ کے بعد آپ ؐ نے کوئی شادی نہیں کی ورنہ یہ ممکن تھا کہ ان چار سال کے دوران غزوات کے بعد یا فتح مکہ کے موقعہ پر آپ کوئی اور شادی کرتے۔

آپ ان تمام ازدواج کے ساتھ نہایت محبت شفقت

کا سلوک کرتے تھے۔ اس معاشرتی زندگی میں کئی ایسے موقع آئے کہ ان میں سے بعض ازواج کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا جا سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس حد تک صبر و تحمل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی تنبیہہ اور اصلاح کے لیئے قرآنی آیات نازل فرمائیں اور انھیں عام خواتین سے ممتاز قناعت پسندی، پاکیزگی اور سادہ طرزِ زندگی اختیار کرنے کی تربیت دی۔

یہ آپ ہی کی سیرتِ مبارکہ کا کرشمہ تھا کہ آپ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا اور حصولِ دولت کی قدرت و اختیار کے باوجود ایک ایسی سادہ معاشرتی زندگی کی مثال قائم کی جو امیر و غریب ہر ایک کے لیئے ایک مثالِ اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ ایک مثالی شوہر کا کردار کیا ہونا چاہیئے اور اس کو کس طرح اپنے گھر والوں کے حقوق اور ان سے متعلق فرائض ادا کرنے چاہیئں۔ گھریلو زندگی میں آپ کی یہ محبت و شفقت صرف ازواج مطہرات ہی تک محدود نہ تھی۔ بلکہ ان کے تعلق سے قائم ہونے والے دوسرے رشتوں کا بھی آپ خاص طور پر خیال فرماتے بعض ازواج مطہرات کی ان کے سابق شوہروں سے جو اولاد تھی ان سے بھی آپ محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔

دنیا کے تمام مذاہب و ادیان اور تمام تہذیبوں اور معاشرتی علوم سے بڑھکر عورتوں کے حقوق و مراعات کے لئے آپ نے مسلمانوں کو جو تعلیم دی تھی اس کو ازدواجی زندگی میں آپ نے برت کر دکھایا اور اس حسنِ معاشرت کو انسانی ضمیر کا شرفِ معیار ٹھہرایا۔ آپ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ تم سب سے زیادہ اچھا ہوں۔

غرض کہ آپ کی ازدواجی زندگی اور طرزِ معاشرت ایک کھلی کتاب تھی جس کی ہر تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ گھریلو زندگی میں آپ کا ہر عمل شفقت و محبت اور لطیف و رحمت کا آئینہ دار اور اس عظمتِ اخلاق کی تفسیر تھا۔ جس کو قرآنی شہادت کے حوالہ سے آپ کی زوجہ مقدسہ حضرت عائشہ صدیقہ نے بیان فرمایا۔ کسی نے آپ کے اخلاق کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: آپ کا اخلاق قرآن تھا یعنی جس طرح آپ کے اخلاق قرآن کا نمونہ تھا۔ اسی طرح آپ کی گھریلو زندگی اللہ کے احکام کی تعمیل کا نمونہ تھی۔

ازواج کی یہ کثرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ رسالت کی دینی مصلحت کے ساتھ عملی طور پر آپ کے اخلاق اور حسنِ معاشرت کی ایک آزمائش اور آپ کے اخلاقی اعجاز کا اظہار تھا۔ ان کثیر ازواج کو خوش رکھنا ان کے حقوق ادا کرنا اور ان کو ایک مقصدِ حیات عطا کرنا مشکل حالات میں ان سے کام لینا کسی انسان کے لئے ایسا آسان نہ تھا یہ صرف آپ کی معجزانہ سیرت اور آپ کی کے حسنِ اخلاق کا معجزہ تھا کہ آپ نے ایک شوہر کی حیثیت سے اس مشکل مرحلہ کو اتنی کامیابی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا۔

آپ نے ۲۵ سے ۵۰ سال کی عمر تک صرف ایک بیوہ خاتون ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کی اور ان کی موجودگی میں کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ کی تیرہ برس کی مدت میں جو اسلام کے معاشرتی اور تمدنی احکام اور شریعت کی تکمیل و تبلیغ کا زمانہ ہے یہ شادیاں کیں اور احکامِ الٰہی کی تعمیل کے لئے ان عملی مثالوں سے واضح کیا کہ گھریلو زندگی کے مختلف حالات میں کس قسم کی سماجی قانونی اور دینی ذمہ داریاں ضروری ہیں اور شریعتِ اسلامیہ کن

میں گڑیوں سے کا شوق تھا۔ آپؐ ان سے دلداری اور خوش طبعی کے انداز میں گڑیوں کے متعلق دریافت فرماتے اور ان کے معصومانہ جواب پہ ہنستے تھے انصار کی لڑکیاں حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلنے آتیں تو آپ انھیں ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اگر کسی ایسی بات کی خواہش کرتیں جسمیں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو آپؐ ان کی خواہش پوری کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حبشہ کے کچھ لوگ مسجد نبویؐ کے پاس اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہ نے کرتب دیکھنے کی خواہش کی تو آپ نے ان کے لئے دیکھنے کا موقع فراہم کیا۔ انھوں نے آپ کے کندھوں کی اوٹ سے اس کرتب کو دیکھا دو مرتبہ آپؐ نے حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ بھی کیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ شروع میں تو آپؐ دوڑ میں آگے نکل جاتے تھے لیکن جب آپؐ کا بدن مبارک میں کچھ بھاری ہو گیا تو میں دوڑ میں آگے نکل جاتی تھی۔ غرض کہ آپ نے ازواج مطہرات کو گھر میں تمام آزادیاں دیں تھیں اور اس طرح ان میں خود اعتمادی، جرأت اور خود داری پیدا کی تھی۔ بہت سے معاملات میں آپ نے ان سے مشورہ فرماتے اور ان کے مشوروں پر عمل فرماتے تھے۔

آپؐ کی ازواج مطہرات سب الگ الگ حجروں میں رہتی تھیں آپ باری باری ہر ایک کے یہاں رہائش اختیار فرماتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز پڑھکر اپنی تمام ازواج کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کی خیریت و ضرورت معلوم کرتے پھر جنکی باری ہوتی اُن کے گھر قیام کرتے گھر میں داخل ہوتے تو خوش ہو کر مسکراتے ہوتے داخل ہوتے۔

تمام ازواج مطہرات کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھتے اور کسی سے دوسری کی برائی نہیں سن سکتے تھے۔ حضرت عائشہ سے آپؐ کی خاطر مبارک کو خاص تعلق تھا۔ لیکن وہ بھی کسی دوسری بیوی کے متعلق کوئی ناگوار بات کہتیں تو آپؐ کو برداشت نہ ہوتا اور سختی سے منع فرما دیتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے لئے کہا کہ صفیہ میں یہ عیب کیا کم ہے کہ وہ پست قد ہے" آپؐ نے فوراً ان کو سختی سے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "عائشہ تم نے ایک ایسی کڑوی بات زبان سے نکالی ہے کہ اگر اس کو سمندر میں گھول دیا جائے تو اسکی کڑواہٹ سمندر کو بھی تلخ تر کر کے رکھ دے گی۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو اپنی سب ہی بیویاں عزیز تھیں اور ان کی کسی کمی کو بھی دوسری بیوی سے نہ سن سکتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی برائی کرنے کی عادت نہیں تھی کسی کی برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہ دیتے اگر ازواج مطہرات کے عزیز رشتہ داروں سے آپ کو ایذائیں پہونچیں تو اپنی ازواج سے ان کا ذکر نہ فرماتے۔ حضرت ام حبیبہ کے باپ حضرت ابو سفیان مسلسل ۲۱ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ ان کی بیوی ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد نعش مبارک کی انتہائی وحشیانہ طور پر بے حرمتی کی مگر آنحضورؐ نے حضرت ام حبیبہ کے والدین کی ان زیادتیوں کا نہ کبھی ان کو طعنہ دیا اور نہ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے انھیں دوسری ازواج مطہرات سے کمتر سمجھا۔ ایک شوہر کی حیثیت سے آپؐ کے اس بے مثال صبر و تحمل ازواج کے ساتھ لطیف مدارات کی کوئی نظیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ کے ساتھ اس حُسنِ

بنیادوں پر رشتہ زوجیت کو منظم اور مضبوط کرنا چاہتی ہے۔

معاشرتی حقوق و فرائض کی اہمیت میں مساوی فریق کی حیثیت سے اسلام نے عورتوں کی جو حیثیت قائم کی تھی وہ انسانی تاریخ میں عورت کی عزت و حرمت کی پہلی مثال تھی اور ازواج مطہرات کے ساتھ ایک شوہر کی حیثیت سے آپ کے معاملات اس کی پہلی عملی نظیر تھے۔ اسلام سے پہلے کسی انسانی معاشرہ میں عورت کو یہ مقام نہیں دیا گیا۔ ان کی حیثیت جانوروں اور چوپایوں سے بہتر نہ تھی جانوروں کی طرح بازاروں میں ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ان کی مرضی کے خلاف انھیں گھروں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ انھیں کسی طرح کا سماجی تحفظ حاصل نہیں تھا۔ خصوصاً بیوہ عورتوں کے لئے تو معاشرہ میں کوئی عزت کی جگہ ہی نہیں تھی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورتوں سے شادیاں کر کے ان میں خود اعتمادی پیدا کی اور معاشرہ میں ان کا وقار قائم کیا۔

آپ کی ازواج مطہرات میں زیادہ تر بیوہ خواتین تھیں۔ جنھیں آپ نے مساویانہ معاشرتی اور اقتصادی حقوق دیئے اور ان سے وہی پیار و محبت، مساوات اور رواداری کا سلوک کیا جو آپ نے اپنی کنواری غیر شادی شدہ ازواج مطہرات (حضرت عائشہؓ اور حضرت ماریہ قبطیہ) کے ساتھ روا رکھا ہے اس طرح آپ نے ان فضول رسموں کو بھی مٹایا جو عرب جاہلیت کی معاشرت میں رائج تھیں۔

حضرت زینب بنت جحش سے ایک ایسی ہی جاہلی رسم کو مٹانے کے لئے آپ نے نکاح کیا۔ پہلے ان کی شادی آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارث سے کرادی تھی۔ جن سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے لوگ ان کو آپ کا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) سمجھتے تھے۔ حضرت زینب آپ کی پھوپھی کی لڑکی تھیں اور آپ کے کہنے ہی سے انھوں نے حضرت زید سے شادی کر لی تھی۔ مگر ان کی شادی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی اور حضرت زید نے ان کو طلاق دیدی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا نکاح آپ سے ہوا اور اس طرح عرب جاہلیت کی یہ رسم ٹوٹ گئی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کیا جاسکتا۔

آپ نے بحیثیت شوہر کے ان تمام باتوں کو اپنایا جو ایک محبت کرنے والا شوہر اپنی بیوی کی محبت میں اپناتا ہے یہاں تک کہ آپؐ کھانے پینے میں بھی ازواج مطہرات کی پسند کا لحاظ رکھتے تھے۔ ایک موقعہ پر آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کی وجہ سے بعض ایسی چیزیں نہ کھانے کا عہد کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دی تھیں لیکن اللہ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور سورہ تحریم میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

"اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپؐ کے لئے حلال کیا ہے اُسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا ہی رحیم ہے اللہ نے تمہارے لئے قسموں سے عہدہ برآ ہونے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور تمہارا کارساز ہے وہ بڑا عالم ہے بڑا حکمت والا ہے"

ان آیات کا مقصد یہ تھا کہ اپنی بیویوں کی محبت و مدارات میں کہیں لوگ اس حد تک نہ پہونچ جائیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام یا حرام کو حلال بنانے لگیں اور اس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھنے لگیں۔ ورنہ بظاہر ہے کہ آپؐ نے حرمت کا حکم نہیں فرمایا تھا آپ تو ازواج مطہرات کی خوشی حاصل کرنے کی صرف جائز تدبیریں اختیار فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کو اپنی کم سنی کے زمانہ

معاشرت ہی کا اثر تھا کہ حضرت ابوسفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلم کھلا مخالفت ترک کردی اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر ہی لیا۔

اسی طرح حضرت جویریہ کے والد حارث بن ابوضرار ایک جنگجو اور فتنہ پسند قبیلہ بنی مصطلق کے سردار تھے جو تجارتی قافلوں کو اور خاص طور پر مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کو لوٹتے تھے۔ مگر حضرت جویریہ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے بعد وہ رہزنی اور غارت گری چھوڑ کر امن پسند بن گئے۔ اسلام قبول کرلیا اور ان مسلمانوں کو رہا کردیا جن کو غلام بنالیا تھا۔

ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کی محبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ اپنے روزمرّہ کے کام خود کرتے تھے۔ مثلاً بکریوں کا دودھ دوھنا، کپڑے دھونا، کپڑوں میں پیوند لگانا، جوتے یا موزے سی لینا وغیرہ۔ اپنے کام کے لیئے آپ اپنی ازواج میں سے کسی کو تکلیف نہ دیتے بلکہ گھر کے کام کاج میں آپؐ ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

ایک اچھے شوہر کی حیثیت سے آپؐ کی یہی وہ بے نظیر خصوصیات تھیں جنھوں نے تمام ازواج مطہرات کے درمیان آپؐ کو انتہائی قابلِ اعتماد اور محبوب شوہر بنا دیا تھا۔ ان کے بعض مطالبات کے جواب میں سورۂ احزاب کی یہ آیات نازل ہوتیں۔ ترجمہ: "اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اسکی بہار کو مقصود رکھتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والوں کے لیئے اجرِ عظیم تیار رکھا ہے"

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے مطابق ازواج مطہرات کو اختیار دیا تو کسی توقف کے بغیر سب نے آپؐ ہی کے ساتھ رہنے کو پسند کیا اور دنیاوی آرام و راحت کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ان سب میں کم عمر تھیں آپ نے انھیں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ مگر انھوں نے کسی تکلیف اور توقف کے بغیر اللہ اور اس کے رسول ہی کو اختیار کیا اور تعجب کے ساتھ فرمایا کہ کیا اس معاملہ میں مجھے کسی سے مشورہ کی ضرورت ہے۔

بعض روایات کے مطابق صرف ایک زوجہ محترمہ نے علیحدگی پسند کی تھی جو زندگی بھر اپنے اس فیصلے کو بدبختی سمجھتی رہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے ازواجی زندگی میں ایک شوہر کے کردار کی جو مثال قائم کی تھی امتِ مسلمہ کو اس مثال کی پیروی کرنے کی تلقین فرمائی کتب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات نقل کیئے گئے ہیں اس سلسلہ میں آپ کی ایک جامع ہدایت یہ ہے کہ:

جس کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ذریعہ اپنی عاقبت سنوارنی ہے اس کو اس دنیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرکے سنوار لینی چاہیئے ورنہ قیامت کے دن میں ان کی کوئی مدد نہیں کرسکوں گا۔

آپؐ نے اپنی آخری وصیتوں میں بھی نماز کی تاکید کے ساتھ امت کو عورتوں سے حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔

اسلامی معاشرہ کے لئے ایک مثالی شوہر کی حیثیت سے آپؐ کی زندگی اور آپؐ کی یہ ہدایت آج بھی مشعل راہ ہیں۔ کاش ہم اپنی معاشرت میں ان سے رہنمائی حاصل کرسکیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مرزا غالب

حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ است
آرے کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است
آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است
غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

حضرت شاہ نیاز بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بہر دم سجدۂ جاں سوئے ابروئے محمد کن
بروئے قبلۂ روئے محمد شو محمدؐ شو
باخلاقِ الٰہی متصف بودن اگر خواہی
سراپا سیرتِ نیکوئے محمدؐ شو محمدؐ شو
نیاز اندر دلت گر مہرِ عرفانِ خدا باشد
خدائے شانِ دلجوئے محمد شو محمدؐ شو

حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

کس کے نثار آپ پہ گھر بار یارسول اللہ ﷺ
اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یارسولؐ
عالم نہ متقی ہوں، نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہگار یارسولؐ
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یارسولؐ
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسولؐ

حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
مر ہی جاؤں میں اگر اس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر
کس تمنا پر جئیں یارب اسیرانِ قفس
آچکی بادِ صبا باغِ مدینہ چھوڑ کر
بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہوگا کسے
کس کے دامن میں چھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر
مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

نعتِ رسولؐ

الحاج مولانا جامی بدایونی مرحوم

صبا لا دے ذرا سی خاک اُن کے آستانے کی
یہی تدبیر ہے بگڑی ہوئی قسمت بنانے کی

نوید خیر مقدم تھی سجاوٹ ہر زمانے کی
ازل سے دھوم تھی سرکار کے تشریف لانے کی

ازل کے روز سے خُو ہے انہیں دینے دلانے کی
انہیں کے ہاتھ میں کنجی ہے رحمت کے خزانے کی

بلندی چرخِ ہفتم کی سمائے کیا نگاہوں میں
زیارت کی ہے اِن آنکھوں نے اُن کے آستانے کی

مدینے کیوں نہ پہنچے نیند جسمِ زار سے چھٹ کر
بڑی حسرت تھی مرغِ جاں کو اپنے آشیانے کی

زباں پر تھی دُعائے ربِّ ہب لی وقتِ پیدائش
یہ پہلے روز تھیں فکریں ہمارے بخشوانے کی

نبوت کا زمانہ حق نمائی کا زمانہ تھا
قسم کھاتا ہے خلاقِ زمانہ اس زمانے کی

جسے دیکھو پڑی ہے دوش پر تطہیر کی چادر
مسلّم ہے خدائی کو طہارت اس گھرانے کی

کفن پہناؤ تو خاکِ مدینہ رخ پہ مل دینا!
یہی بس ایک صورت ہے خدا کو منہ دکھانے کی

ترا دستِ طلب جامی کبھی نیچا نہ دیکھے گا
سوا کرتی ہے اونچی بھیک اونچے آستانے کی

شانِ رسالت

حضرت علامہ ندرت میرٹھی مرحوم

کلکِ خطاطِ ازل سے پوچھیے شانِ رسولؐ
جس نے لکھی داستانِ کن بعنوانِ رسولؐ

ہے نظر پروانۂ روئے درخشانِ رسولؐ
دل بنا دیوانۂ گیسوئے پیچانِ رسولؐ

حاملانِ عرش کہتے ہیں جسے قندیلِ عرش
وہ بھی ہے اک شعلۂ شمعِ شبستانِ رسولؐ

جب نہ دیکھی دونوں عالم میں کہیں جائے پناہ
آ گئی دنیا سمٹ کر زیرِ دامانِ رسولؐ

دیکھتے ہیں صاف ہم تصویرِ شانِ کبریا
ہے نظر کے سامنے آئینۂ شانِ رسولؐ

سروری دنیا کی ہے دنیا کے بندوں کے لئے
کب اسے خاطر میں لاتے ہیں گدایانِ رسولؐ

دے رہی ہیں مجھ کو ہر لحظہ مزا بے تابیاں
دل ہے اے ندرت مرا اور دردِ پنہانِ رسولؐ

جناب سید آلِ رضا مرحوم

نعت رسول اکرم ﷺ

(۱)

تہذیب عبادت ہے سراپائے محمد ﷺ
تسلیم کی خوشبو چمن آرائے محمد ﷺ
تنظیم خدا ساز تمنائے محمد ﷺ
منشا جو خدا وہی منشائے محمد ﷺ
جس دل میں ہے اللہ وہیں رہتے ہیں یہ بھی
اللہ جو کہتا ہے وہی کہتے ہیں یہ بھی

(۲)

اللہ کی اطاعت ہے محمد ﷺ کی اطاعت
قرآن کی دعوت ہے محمد ﷺ کی اطاعت
مرکز کی حفاظت ہے محمد ﷺ کی اطاعت
حد بندِ شریعت ہے محمد ﷺ کی اطاعت
ہو جتنا شعور اتنا ہی اس حد کو سمجھ کر
اسلام کو سمجھو تو محمد ﷺ کو سمجھ کر

(۳)

اللہ ہے کیا جس نے بتایا وہ محمد ﷺ
پیغام سا پیغام جو لایا وہ محمد ﷺ
آیات میں پیوست جو آیا وہ محمد ﷺ
جس نے شریعت کو سجایا وہ محمد ﷺ
معیار بنا بارگہِ عزّ و جل میں
آہنگ محمد ﷺ صفتِ قول و عمل میں

(۴)

وہ علم مجسم وہ مشیت وہ محمد ﷺ
وہ عقلِ مسلّم وہ رسالت وہ محمد ﷺ
وہ عدلِ منظم وہ طبیعت وہ محمد ﷺ
وہ خلقِ منظم وہ شرافت وہ محمد ﷺ
نازِ احدیت یہ نیابت ہے ہماری
فخرِ بشریت یہ سیادت ہے ہماری

(۵)

وہ وحی کے عالم میں کمالِ بشریت
اللہ کا پرتو خد و خالِ بشریت
انوار کا آئینہ جمالِ بشریت
کیفیت مخصوص میں حالِ بشریت
قرآن زباں طرّہ گفتار محمد ﷺ
قرآن عمل منزلِ کردار محمد ﷺ

(۶)

محبوب خدا لطف و حمیت کا علمدار
اخلاق ہمہ گیر کی وسعت کا علمدار
انسان سے انساں کی ملت کا علمدار
اللہ کے رشتے سے اخوت کا علمدار
وہ پرچم احساں جو زمانے پہ کھلا ہے
رحمت کا وہ بادل جو برسنے پہ تلا ہے

شاعرِ آلِ محمد جناب مولانا نسیم امروہوی

مسدّس نسیم

صبحِ ازل ہے خطِ گریبانِ مصطفےؐ
شامِ اَلَست ، گوشۂ دامانِ مصطفےؐ
عرشِ عُلا ، مُنارۂ ایوانِ مصطفےؐ
علمِ خدا ، چراغِ شبستانِ مصطفےؐ
معراج ، منزلت کی حدِ ناتمام ہے
قوسین تو حضورؐ کا ادنیٰ مقام ہے

(۲)

کاف اور نون مطلعِ تابانِ منقبت
لولاکَ حُسنِ مطلعِ دیوانِ منقبت
قالُوا بلیٰ ، قصیدۂ ذیشانِ منقبت
قرآں زبانِ حق سے غزل خوانِ منقبت
جبرائیل جو سُنے سورۂ کوثر عقول ہیں
تین آیتیں مثلّث نعتِ رسولؐ ہیں

(۳)

باغِ ازل میں باعثِ تخلیقِ جُزو کُل
بزمِ عمل میں گلشنِ فکر و نظر کے گُل
یہ مبتدائے خلق ، یہی خاتم الرُّسُل
میں نام لوں ابھی تو ہو صَلِّ علیٰ کا غُل
کیا کیا کروں بیاں ، شرف بے حساب ہیں
اللہ لاشریک ہے ، یہ لاجواب ہیں

(۴)

وہ کردگارِ عقل ، یہ استادِ جبرئیل
وہ خالقِ جمال ، یہ آئینۂ جمیل
وہ عینِ قہر و عدل ، یہ یا خبر و بے عدیل
وہ نور بے ظہور ، وہ دعویٰ تو یہ دلیل
انسان کے بھیس میں اُحدیّت لئے ہوئے
احمد ، احد ہے میم مشیت لئے ہوئے

(۵)

وہ بھی ہے ایک، یہ بھی دو عالم میں انتخاب
اپنا وہ خود جواب، تو اپنا یہ خود جواب
وحدت کے ماہتاب، رسالت کے آفتاب
جو اِن کی گفتگو، وہی اللہ کی کتاب
خاموش ہیں اگر تو رموزِ کتاب ہیں
جب بولنے لگیں تو رسالتماب ہیں

(۶)

واحد ہے وہ، وحید ہیں یہ ہست وہ یہ بود
وہ کائنات غیب، تو یہ عالمِ شہود
وہ واجب الوجود، تو یہ لازم الوجود
اس کے لئے سجود، تو ان کیلئے درود
کافی نہیں کہ صرف انہیں خلقت کرے سلام
حق کی نماز بھی دمِ رخصت کرے سلام

(۷)

پایا کل انبیاؑ نے شرف دو جہان کا
کچھ اور ہی جہان ہے احمدؐ کی شان کا
شہرہ بہت کلیم کی ہے آن بان کا
اِن سے مگر ہے فرق زمین آسمان کا
دیدارِ حق، مرادِ کلیمؑ خدا کی ہے
دیدارِ مصطفےٰؐ پہ نظر کبریا کی ہے

(۸)

بسترِ سے ماہ چرخ نشین تک پہنچ گئے
ماہ فلک سے مہر مبیں تک پہنچ گئے
مہر مبیں سے روحِ امیںؑ تک پہنچ گئے
چھوڑا امیں کو عرشِ بریں تک پہنچ گئے
سب منزلیں یہ ہو گئیں طے اتنی دیر میں
جائے فلک پہ میری نظر جتنی دیر میں

(۹)

جا کر جو لامکاں سے شہؐ انس و جن پھرے
ترکیب عنصری سے نہ چارہ نما ئن پھرے
وہ شب تھی وہ کہ امتِ عاصی کے دن پھرے
طوبیٰ لھم، سنا تو بنیؐ مطمئن پھرے
کل روز و شب کے سرکار وہ شب تاج ہو گئی
معراج کو بھی آپ سے معراج ہو گئی

(۱۰)

حیران ہوں، خدا نہیں کارِ خدا کیا
بندوں کے دل میں خلق مذاق بقا کیا
جہل و غرور و شرک و خودی کو فنا کیا
ذوقِ سلیم کج روشوں کو عطا کیا
ہستی، رہینِ مرحمتِ خاص ہو گئی
خونخوار قوم پیکرِ اخلاص ہو گئی

۵

(۱۱)

یکساں مزاج، باطن و ظاہر یہ معجزہ
خلق حسن سے دب گئے قاہر یہ معجزہ
اُمّی ہیں اور علوم کے ماہر، یہ معجزہ
جو کھائے اور لٹائے جواہر یہ معجزہ
چھینا دلِ عدو نگہِ بے دریغ سے
کاٹا فخر کی ڈھال کو ناخن کی تیغ سے

(۱۲)

قرآن پاک، ان کی فصاحت کا معجزہ
خندق کی نتیجہ، فکر و فراست کا معجزہ
زور علیؓ، ان ہی کی شجاعت کا معجزہ
بیٹی بتولؓ سی، جو رسالت کا معجزہ
دختر کے دلبروں سے جو نسل نبیؐ چلی
دختر کُشی کی رسمِ نجس پر چھری چلی

(۱۳)

قاتل کو بھی یہ معجزہ حق دکھا دیا
لائے تھے گھر سے تیغ، یہاں سر جھکا دیا
دل لے لیا، یقین دیا، حوصلہ دیا
پتھر کو موم، موم کو پتھر بنا دیا
دورِ خودی میں دینِ خدا عام ہو گیا
اسلام میں سلوک سے اسلام ہو گیا

(۱۴)

روح الامینؑ، خادم دربار مصطفےٰؐ
دین و یقین، ناظمِ سرکار مصطفےٰؐ
مطلوب موسوی بھی طلبگار مصطفےٰؐ
رویت ہے کردگار کی دیدار مصطفےٰؐ
جز وحدت ان کی ذات میں اوصاف کیا نہیں
یہ مظہر خدا تو ہیں، مانا خدا نہیں

(۱۵)

ہستی میں جب زماں و مکاں خاک بھی نہ تھے
عقل و شعور و جذبۂ ادراک بھی نہ تھے
تسبیح خوان ملائکۂ پاک بھی نہ تھے
یہ چاند جلوہ گر تھا جب افلاک بھی نہ تھے
کوئی بصیر تھا، نہ بصر کا ظہور تھا
آنکھیں بھی جب نہ تھیں تو محمدؐ کا نور تھا

(۱۶)

کل بھی نبیؐ تھے، اب بھی ہیں، روزِ مآل بھی
مستقبل زماں بھی ہیں، ماضی بھی، حال بھی
اسلام کا کمال بھی، اہل کمال بھی
محبوب ذوالجلال بھی، حق کا جلال بھی
دل ہیں نگاہ قہر سے آہنگ چھنے ہوئے
بیٹھے ہیں مشرکوں کے خدا بُت بنے ہوئے

٥

(۱۷)

صورت سے حسنِ غیب کی عظمت عیاں ہوئی
سیرت سے زندگی کی حقیقت عیاں ہوئی
باتوں سے انبیاؑ کی ضرورت عیاں ہوئی
صانع کو فخر ہے مری صنعت عیاں ہوئی
تمّت بخیر، خاتمے کی جلوہ گاہ ہے
ختم الرسل ہیں مہرِ نبوت گواہ ہے

(۱۸)

آمر کہ جس کے رعب سے تھرائیں زلزلے
مامور جس کا امرِ شریعت بکف چلے
مقدور جس کے سائے میں تقدیر دیں پلے
مزدور جز مودتِ قربیٰ جو کچھ نہ لے
سودا ہو جس سے جان کا اسکو حیات دے
پرکار دہ بین دین کا، دل لے نجات دے

(۱۹)

حاکم کہ صغر سن میں کبیروں پہ حکمراں
قابض کہ صدق و حق کے ذخیروں پہ حکمراں
غالب کہ بے زری میں امیروں پہ حکمراں
سلطان کے سرکشوں کے ضمیروں پہ حکمراں
رہبر کہ ضبط و نظمِ طریقت بدل دیا
قائد کہ انصرامِ قیادت بدل دیا

(۲۰)

ضامن کہ زندگی کی معیشت سے حشر تک
عابد کہ چشم دید شہید انجم فلک
زاہد کہ ذوقِ فاقہ کشی جس کی اک للک
ناصح کہ جسکی تلخیٔ گفتار میں نمک
ہمدرد جس کو غیر کا درد آپ سے سوا
مشفق کہ سرپرست ہے ماں باپ سے سوا

(۲۱)

سابق کہ بعدِ ذاتِ خدا سب سے ما سبق
شارق کہ جس کا عکس حسیں شوخیٔ شفق
فاضل کہ دو جہاں سے افضل بفضلِ حق
عاقل کہ عقلِ کل کو دیا حمد کا سبق
ساقی کہ جس کے دبدبہ غمِ العطش نہیں
ناصر کہ جسکے عہد میں اک فاقہ کش نہیں

(۲۲)

ضابطہ کہ ضبطِ نفس کی قدرت لئے ہوئے
رابطہ کہ ربطِ خالق و خلقت لئے ہوئے
عادل کہ آب و گل میں سخاوت لئے ہوئے
کامل کہ حشر تک کی شریعت لئے ہوئے
شاکر کہ شکر دم ہمہ دم دل کا چین ہے
صابر کہ تربیت کا نمونہ حسینؑ ہے

جناب تابش دہلوی

ذکرِ رسولِ اکرمؐ

(۱)

تخلیق کائنات کا مقصد ہے اسکا نام
بعد از خدا مقدس و امجد ہے اسکا نام
ہیں جتنے نام اُن میں مجرّد ہے اسکا نام
محمود، حامد اور محمدؐ ہے اسکا نام
اسکے لئے درود کی سوغات بھیجئے
اک اک نفس میں بھیجئے دن رات بھیجئے

(۲)

وہ ذات جسکے گھر سے ہے تقسیم نور کی
وہ جسکا جسم پاک ہے تجسیم نور کی
وہ جس نے نور ہو کے دی تعلیم نور کی
وہ جسکا نور کرتا ہے ترمیم نور کی
سارے حجاب اسکی تجلی سے ہٹ گئے
نکلا جو آفتاب اندھیرے سمٹ گئے

(۳)

ایسا نبیؐ ضرورتِ عالم ہے جسکی ذات
ایسا رسولؐ ملتِ عالم ہے جسکی ذات
ایسا وصیلؐ وحدتِ عالم ہے جسکی ذات
ایسا رحیمؐ رحمتِ عالم ہے جسکی ذات
ساری صفات جمع ہیں اس ایک ذات میں
اسکا کوئی مثیل نہیں کائنات میں

(۴)

رف رف سوار تھا سرِ عرش عُلا گیا
پہنائی خیال سے بھی ماورا گیا
نکلا حدود وقت سے اور برملا گیا
طے کر کے پل میں عالم لاہوت آ گیا
یہ اوج یہ شرف بھی کسے آج تک ملا
اسکے لئے زمین سے جھک کر فلک ملا

(۵)

الہام فکر، لہجہ حسیں، گفتگو ادب
طٰہٰ خطاب، عرف سراج، البطحی لقب
مکی نژاد، طیبہ وطن، ہاشمی نسب
محبوبِ بوتراب تو محسودِ بولہب
دشمن ہے کفر و شرک کا ہر ایک رنگ میں
حق کا رسول ہے حق و باطل کی جنگ میں

(۶)

ختم رسلؐ، شفیع امُمؐ، سید البشرؐ
عیسیٰ نفوسؐ، صاحب اعجازؐ، چارہ گرؐ
خیر کثیرؐ، بحر سخاؐ، کیمیا نظرؐ
مولا صفتؐ، فرشتہ شمائلؐ، ملک سیرؐ
سالار فوجؐ، صفہؐ و ممبرؐ کی زین بھی
طائف کبھی اسکی راہ میں بدر و حنین بھی

حضرت شیوا بریلوی

نعت شریف

ثنا کیوں کر ہو شایانِ محمدؐ
بہت مشکل ہے عنوانِ محمدؐ

اشاراتِ نبی وحیٔ الٰہی
خدا کا حکم فرمانِ محمدؐ

خدا نے مرکزِ پرکارِ عالم
کیا قائم بعنوانِ محمدؐ

توکل صبر و تسلیم و قناعت
نہیں کم ساز و سامانِ محمدؐ

بہت آساں ہے منزل زندگی کی
اگر چھوٹے نہ دامانِ محمدؐ

معطر کر گئی ہے جنتوں کو
شمیمِ زلف پیچانِ محمدؐ

تجلی ریز ہے کون و مکاں میں
جمالِ حق بعنوانِ محمدؐ

محمدؐ محرمِ رمزِ خدا ہیں
خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ

بقدرِ ظرف حاصل کر سکا ہے
بمشکل شوقِ عرفانِ محمدؐ

بشکریہ: عارف عثمانی

جناب سید ہاشم رضا

نعت سرورِ کائنات

اُمی کو دے علمِ لدنی رب کی حکمت کیا کہنا
غارِ حرا کو طور بنا دے نورِ رسالت کیا کہنا

برق تجلی کوندی چمکی کفر کی ظلمت دور ہوئی
رحمتِ حق کے بادل برسے رنگِ نکہت کیا کہنا

ساکن مکہ اہلِ مدینہ سنتے تھے کس حیرت سے
طرزِ خطابت نہج بلاغت زورِ فصاحت کیا کہنا

جہل کے چاک گریباں سینا علم بڑھانا زینہ بہ زینہ
چھوڑ کے جانا ایک خزینہ درس کی حکمت کیا کہنا

دور بہت تھے چاند ستارے ان کو زمیں پہ لے آئے
شہ رگ کو یزداں سے ملایا فکر کی رفعت کیا کہنا

جسنے سحر بتوں کا توڑا جس نے غلام آزاد کیے
جس نے گرے انساں کو سنبھالا اسکی غیرت کیا کہنا

جسکی دیانت دشمن مانے جسکی گواہی محکم ہو
جس کو خدا رحمت کا لقب دے اسکی حرمت کیا کہنا

قیصر و کسریٰ کو بتلایا شانِ بشر کیا ہوتی ہے
فرشِ زمیں کو عرش بنایا فقر کی دولت کیا کہنا

سائل کو خود ڈھونڈنے جانا راہ پہ گمراہوں کو لانا
جس کا نہ ہو کوئی والی وارث اسکی حمایت کیا کہنا

رتبہ یوں انسان کا بڑھایا رشک فرشتوں کو بھی آیا
واہ ادا کیا خوب کیا ہے حق نیابت کیا کہنا

جسکے لئے آیاتِ قرآں اسکے لئے ہیں ہیچ مداں
نعت لکھوں اور داد بھی پاؤں خوبیٔ قسمت کیا کہنا

جناب نیّر مدنی

ہدیۂ عقیدت

تیرے کرم کے منتظر سکندراں جاہ تک
تیرے حضور سربخم جہانِ مہر و ماہ تک

ضمیر بولہب تیری صداقتوں کا معترف
تیرے یقین کا نور ہے جبیں اشتباہ تک

تیرے وقارِ فقر سے جہاں قیصر مسخر
تیری خودی کی منزلت حریم لاالہٰ تک

غلامِ نور دیوں پہ جن کو ناز ہے غرور ہے
نہ پا سکے، نہ پا سکیں گے تیری گردِ راہ تک

تیرے یقین کی قسم تیرے یقین کے طفیل
شکست ہو کے رہ گیا طلسم اشتباہ تک

تیرے بلال پر نثار صاحبان با وقار
تیرے غلام خاص کے غلام بادشاہ تک

تیرے حبیب کی اذان سلام سر خوشئ جہان
تیرے نقیب کی صدا خدا کی بارگاہ تک

تیرا جمال بے مثال آئینہ در آئینہ
شمیم زلفِ عنبرین مشام کوہ کاہ تک

سلامِ نیّر اے صبا با احترام لے کے جا
زمین کے بادشاہ تک زماں کے بادشاہ تک

جناب تجمّل لکھنوی

نعتِ رسولؐ

در پہ محبوبِ خدا کے مری پیشانی ہے
عرش والوں کو بھی اس اوج پہ حیرانی ہے

تیرے قدموں کی عنایت رہ ایمانی ہے
تیرے ہاتھوں کی عطا مصحفِ ربانی ہے

شبِ معراج وہ جلوؤں کی فراوانی ہے
سب تو سب حضرت جبریل کو حیرانی ہے

وجہِ تخلیق دو عالم ہے حبیبِ داور
حق کا بندہ ہے مگر بندہ لاثانی ہے

منہ سے نکلی ہوئی ہر بات مری اے مولا
اہلِ ایمان کے لئے آئینۂ قرآنی ہے

ان کی الفت نہیں حاصل تو یہ دنیا بے کار
سب یہ سامانِ جہاں بے سر و سامانی ہے

یا محمدؐ کا جو ہو درد تو دل ہو روشن
ذاتِ اقدس کی طرح نام بھی نورانی ہے

روم و فارس کئے تسخیر غلاموں نے تیرے
ٹھوکروں میں تیری تاجِ سرِ سلطانی ہے

تو نہ ہوتا تو اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا
بزمِ کن صرف تیرے نور سے نورانی ہے

وہ تیرا عرش پہ نعلین پہن کے جانا
صاف کہتا ہے کہ معراج یہ جسمانی ہے

اپنا ایسا کہوں محبوبِ خدا کو توبہ
اس سے بڑھ کر بھی تجمّل کوئی نادانی ہے

جنابِ نفیسؔ فتحپوری

نذرِ حضور

دل کیا ہے خاک ہے جو ہے صدق و صفا بغیر
آئینہ آئینہ نہیں ہوتا جلا بغیر

عرفانِ حق نصیب نہیں ہے رسولِ خدا بغیر
منزل نصیب ہوتی ہے کب رہنما بغیر

جنت کہاں شفاعتِ خیر الوریٰ بغیر
ملتا نہیں کنارا موافق ہوا بغیر

کلمہ زباں پہ یوں ہے نبیؐ کا دِلا بغیر
جیسے کہ سانس لینے کی کوشش ہوا بغیر

کرتے ہیں انحراف وہ حکمِ الٰہ سے
ذکرِ نبیؐ جو کرتے ہیں صلّے علےٰ بغیر

کتنی ہی دیر کو سہی۔ آباد تو رہا
سونا پڑا تھا عرشِ بریں مصطفےٰ بغیر

کس منہ سے یا نبیؐ میں کروں التجائے رحم
سب کچھ عیاں حضورؐ پہ ہے التجا بغیر

بچھڑے ہوؤں کی یاد میں دنیا ہے یوں نفیسؔ
ویران ہو بزم جیسے کوئی آشنا بغیر

جناب حنیفؔ اسعدی

نعت

نامِ نامی بھی صدا ہو جیسے
سب زمانوں نے سنا ہو جیسے

عینِ مدحت ہے محمدؐ کہنا
نام ایسا کہ ثناء ہو جیسے

کیا بتائیں تمہیں کیا ہیں آقا
نور صورت میں ڈھلا ہو جیسے

مغفرت ان کی شفاعت کا ہے نام
خُلد بھی ان کی عطا ہو جیسے

ان کی توصیف کی حد ہے نہ حساب
کہہ کے بھی کچھ نہ کہا ہو جیسے

کتنا پُرکیف ہے طیبہ کا سفر
راہ خود راہنما ہو جیسے

اس طرح یادِ مدینہ آئی
پھر مجھے یاد کیا ہو جیسے

اب وہ مجھ میں ہی مکیں ہیں گویا
وحشتِ جاں کنجِ حرا ہو جیسے

اب تو ہر سانس پہ ہوتا ہے گماں
ان کے دامن کی ہوا ہو جیسے

اللہ اللہ یہ فیضانِ جمال
قلب زیرِ کفِ پا ہو جیسے

اپنے ہر جرم پہ محسوس ہوا
آپ نے دیکھ لیا ہو جیسے

جناب عابد عشتری

رہبرِ اعظم

عظیم انساں
عظیم رہبر

نہ جسکا ثانی کوئی زمیں پر
جو سب سے اعلیٰ جو سب سے برتر
وہ فخرِ محراب و نازِ منبر
وہ جس سے صبحِ ازل فروزاں
شہود اس کا تجلیٔ حق
وہ نازِ تخلیق حرفِ کن ہے
وہ آئینہ ہے جمالِ حق کا
وہ طلعتِ مہرِ آگہی ہے
وہ دشتِ بے مہر آرزو ہے
وہ زندگی کے ہر اک سفر میں
ہے آگہی جس کے در کی درباں
کہاں ثناء اُس کی اور کہاں میں
امیرِ لوح و قلم کے آگے
مگر لبوں پر ہے ذکرِ انور!

نہ کوئی جس کا فلک پہ ہمسر
ہے بعد ربِّ قدیر و اکبر
زمیں پہ آیاتِ حق کا مظہر
وہ جس سے شامِ ابد منور!
وجود اُس کا دلیلِ داور
وہ حسنِ اعجازِ ربِّ اکبر
وہ حسنِ انسانیت کا جوہر
وہ علم، عرفاں کا اک سمندر
ہے موجِ تسنیم و جوئے کوثر
نظر کا مرکز دلوں کا محور!
ہے روشنی جسکے گھر کی چاکر
میں ایک قطرہ وہ اک سمندر
ہیں تنگ حرف و بیاں کے دفتر
وہ میرا آقا وہ میرا سرور

عظیم انساں
عظیم رہبر

باقی ہیں سب مجاز، حقیقت ہیں مصطفیٰؐ

جناب پروفیسر سردار نقوی

سرنامۂ صحیفۂ فطرت ہیں مصطفیٰؐ
قرآنِ خلق و مصحفِ رحمت ہیں مصطفیٰؐ
ہر دور میں بشر کی ضرورت ہیں مصطفیٰؐ
باقی ہے سب مجاز حقیقت ہیں مصطفیٰؐ

پروانہ بھی، چراغ بھی، خوشبو بھی، پھول بھی
بندہ بھی ہے خدا کا، خدا کا رسولؐ بھی

حق ہے مرادِ حق کا ارادہ رسولؐ ہے
موصوف کی صفت کا لبادہ رسولؐ ہے
سطحِ عمل پہ حق کا اعادہ رسولؐ ہے
منزل اگر خدا ہے تو جادہ رسولؐ ہے

منزل ملی جو راہنما تک پہنچ گئے
ان تک پہنچ گئے تو خدا تک پہنچ گئے

معراجِ مصطفیٰؐ ہے وہ عبدِ خدا پسند
جس کو کمالِ علم پہ حق نے کیا پسند
اک اک عمل پسند ہے، اک اک ادا پسند
حق کو وہی پسند ہے جو مصطفیٰؐ پسند

حق کا چلن وہی ہے جو ان کا شعار ہے
حکمِ نبیؐ، مشیتِ پروردگار ہے

حق غیب ہے، حقیقتِ مشہور ہے نبیؐ
غائب پہ ہے دلیل، وہ موجود ہے نبیؐ
وہ عبد ہے کہ مظہرِ معبود ہے نبیؐ
مقصد ہے دین، دین کا مقصود ہے نبیؐ

ہٹ کر اگر نبیؐ سے کوئی راستہ بنے
کعبہ خدا کا گھر نہ رہے، بتکدہ بنے

قبلِ نبیؐ حیات کی وہ حالتِ تباہ
باطل کی ظلمتوں میں بھٹکتی ہوئی نگاہ
منزل سے راستوں کا تعلق نہ رسم و راہ
وہ زندگی کا حال کہ اللہ کی پناہ

آتی تھی صبح، فتنۂ تازہ لیے ہوئے
جاتی تھی شام دن کا جنازہ لیے ہوئے

حد سے فزوں جو ظلمتِ نفسِ بشر ہوئی
پہلوئے آمنہ سے سحر جلوہ گر ہوئی
خوش کیوں نہ ہوں خلیل دعا بارور ہوئی
اب جس کی کوئی شام نہیں وہ سحر ہوئی

جلوہ کیا جو مہرِ رسالتمآبؐ نے
سایہ بہت تلاش کیا آفتاب نے

جناب سرشار صدیقی

نذرِ عقیدت بحضورِ سرورِ کائنات ﷺ

مطلعِ فکر پہ روشن ہے رسالت کا کنول
کہ مجھے نعت کے اسلوب میں لکھنی ہے غزل

پھر کسی روح کے صحرا کا مقدر جاگا
پھر مدینے سے اٹھے لطف و کرم کے بادل

ہاں قدم بوسی کے جذبے میں صداقت بھی تو ہو
خود بدل جاتے ہیں سب ہجر کے اسباب و علل

مرحبا، صلِّ علیٰ، یادِ مدینہ آئی
یوں بھی احساس کے ویرانوں میں کھلتے ہیں کنول

آ گئی ہیں سفرِ جاں میں مدینے کی حدود
سنبھل اے جذبۂ شوقِ دلِ بیتاب سنبھل

یورشِ غم میں وہ گیسو مجھے یوں یاد آئے
جیسے چھا جائیں کڑی دھوپ میں گھرے بادل

روشنی حرفِ ہدایت ہے کسی نام سے ہو
عرش سے غارِ حرا تک وہی اک نورِ ازل

یہ اسی ذاتِ گرامی کا کرم ہے سرشار
جگمگا اٹھا مری نعت سے دیوانِ غزل

نظر جعفری

نعت

آ ئے الفاظ میں توصیفِ پیمبر کیسے
ایک کوزے میں سما جائے سمندر کیسے

سنگ ریزوں کی طرف دیکھ کے آتا ہے خیال
کلمہ پڑھتے تھے ترے نام کا پتھر کیسے

لب پہ جب نعتِ نبی آئی تو معلوم ہوا
ایک لمحے میں بدلتا ہے مقدر کیسے

یہ مدینہ ہے وہ مکہ ہے یہ طائف وہ حرا
حسنِ دیدار نے دکھلائے ہیں منظر کیسے

میں سناؤں گا فرشتوں کو بھی اک نعتِ نبی
حشر میں جاؤں گا ورنہ لبِ کوثر کیسے

بوذر و یاسر و سلماں کی طرف تو دیکھو
بن گئے ہیں نگہ مہر سے اختر کیسے

یہ محمد کے نواسے نے بتایا ہے نظر
سجدہ کرتے ہیں مسلمان تہہ خنجر کیسے

جناب خمارؔ فاروقی

ھدیہ عقیدت

وہ سب سے ارفع، وہ سب سے اعلیٰ، وہ سب کا ملجا وہ سب کا ماوا
ہر ایک غم کا وہی مداوا، وہ بن کے رحمت جہاں میں آیا
خلیق ایسا، حلیم ایسا، شفیق ایسا، رحیم ایسا
کہ دشمنوں کو بھی جس نے اپنے محبتوں سے گلے لگایا
وہ ابتدا بھی، وہ انتہا بھی، وہ عکس بھی ہے وہ آئینہ بھی
بشر ہے لیکن لطیف ایسا کسی نے دیکھا نہ اُسکا سایا
دلوں کو موجِ سُرور ہے وہ، نظر کو تقویمِ نُور ہے وہ
اسی کے فیضِ صفاتِ جاں سے جہان بھر میں ہوا اُجالا
وہی ہے محمودؐ اور حامدؐ، وہی ہے احمدؐ، وہی محمدؐ
اُسی کے حرفِ صفات سارے ہمارا دین اور ہماری دنیا
نہ اُس کا ثانی، نہ اُس کا ہمسر، نہ کوئی جلوہ، نہ کوئی منظر
مکاں سے تا لامکاں وہی ہے ہر اک سے افضل ہر اک سے اعلیٰ
بھٹک رہے تھے قدم قدم پر نہ کوئی منزل نہ کوئی رہبر
چراغِ توحید کر کے روشن اُسی نے رستہ ہمیں دکھایا
میں اُس کے اوصاف کیسے لکھوں میں اُس کا مداح کسطرح ہوں؟
خدا بھی جس پر درود بھیجے، ہو جسکا قرآں بھی اک قصیدا
اِسی تمنّا میں جی رہا ہوں کہ میں مدینے میں حاضری دوں
کہ روئے گیتی پہ شہر کوئی نہ اُس سے بہتر نہ اس سے اچھا
نہیں ہے کچھ مجھ کو فکرِ محشر، حبیب داور ہیں بندہ پرور
ہزار بدکار و پُرخطا ہوں مگر میں ہوں تو غلام اُن کا
خمارؔ اکیلا ہے سیلِ غم میں، نہ اُس میں ہمّت نہ دم ہے دامیں
بنا دیں بگڑی حضور اس کی، صبا گزر ہو تو اُن سے کہنا

جنابِ مستفاد جعفری

نعت

چشمِ الفت نے عجب شان کا منظر دیکھا
ہر طرف آپ کا عکسِ رُخِ انور دیکھا

آپ کے گھر کی گدائی کا شرف جسکو ملا
ہم نے پھر اس کو مقدر کا سکندر دیکھا

ہر محبّ نے شہِ والا کی سواری دیکھی
دشمنِ دیں نے فقط عرصۂ محشر دیکھا

کربلا ہو کے مدینہ کی طرف جب آئے
راہ میں پھیلا ہوا خوشبو کا سمندر دیکھا

آپ کی یاد کا اندازِ کریمی یہ ہے
قلب کو اپنے ہمہ وقت منور دیکھا

پھر تمنّا نہ رہی ہم کو کسی جنّت کی
جلوۂ نورِ نبی جب سرِ محشر دیکھا